2

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

18 تا 24 جنوری 2007ء

www.tanzeem.org

پیروانِ حق کی غربت و بے کسی

اصحابِ کہف کی جماعت چند نفوس پر مشتمل تھی، اس لیے پہاڑ کی غار میں انہیں پناہ مل گئی۔ لیکن آج اصحابِ کہف کی سی مظلومی میں چند افراد ہی نہیں، بلکہ آبادیوں کی آبادیاں تباہ ہو رہی ہیں، اور لاکھوں کروڑوں بندگانِ الٰہی پر ان کی بستیوں اور شہروں میں امن و آزادی کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ اس لیے نہ تو صحراؤں کے اس قدر گوشے ہیں، جہاں انہیں پناہ مل سکے اور نہ پہاڑوں کی اس قدر غاریں ہیں، جو انہیں اپنی آغوش میں لے سکیں۔

تمام کرۂ ارضی کے مشارق و مغارب پر نظر ڈالئے اور ڈھونڈئیے کہ پرستارانِ حق و اسلام کے لیے کوئی ایک گوشۂ امن بھی آج باقی رہا؟ سانپوں کے لیے بھٹ ہیں، اور درندوں کے لیے غار ہیں، جہاں امن و بے فکری سے اپنی رات بسر کر سکتے ہیں۔ مگر آہ! پیروان اسلام کے لیے آج تمام کرۂ ارضی میں چار بالشت زمین بھی امن و عافیت کی باقی نہیں رہی۔ گویا اسلام کی پوری تیرہ صدیوں کی تاریخ اب محض ایک افسانۂ ماضی اور حکایت رفتہ ہے، اوراقِ دفاتر میں پڑھ لی جا سکتی ہے، مگر بلاد و اقالیم میں دیکھی نہیں جا سکتی۔

حضرات! معلوم نہیں کہ آپ کے کانوں کا کیا حال ہے، مگر میں اپنے نامراد سامعہ کا کیا کروں جس سے ہر لمحہ ہر آن دنیا کی جگر دوز صدائیں ٹکرا رہی ہیں، اور میری مجروح آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ کفر و ظلم کے غلبہ و قہر سے ارض الٰہی کا ایک ایک چپہ چیخ رہا ہے۔ پرستارانِ حق کی غربت و بے کسی ہر طرف سر پیٹ پیٹ کر ماتم کر رہی ہے اور فضائے کائنات کا ایک ایک ذرّہ حق کو ڈھونڈ رہا ہے اور حامیانِ ملت کو پکار رہا ہے۔

خُطباتِ آزاد
ابوالکلام آزاد

اس شمارے میں

خَسِرَ الدُّنیَا وَالآخِرَة
پیغام قرآنی کا تیسرا نکتہ: ایمان بالآخرۃ
مسندِ ارشاد کے حقیقی وارث
جمعیۃ العلماء الجزائر
صوفی کونسل: ایجنڈا کیا ہے؟
تواضع اور تکبر
مسلمانوں سے تاریخ کا ایک سوال
تفہیم المسائل
دعوتی و تربیتی سرگرمیاں
عالم اسلام

الھدیٰ (262)

سورۃ المائدہ

(آیات:45تا47)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ ﴾

''اور ہم نے اُن لوگوں کے لئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلا ہے۔ لیکن جو شخص بدلا معاف کردے وہ اس کے لئے کفارہ ہوگا۔ اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔ اور ان پیغمبروں کے بعد انہیں کے قدموں پر ہم نے عیسیٰؑ بن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتے تھے اور اُن کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے۔ اور تورات کی جو اس سے پہلی (کتاب) ہے تصدیق کرتی ہے۔ اور پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔ اور اہل انجیل کو چاہیے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل فرمائے ہیں اُس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کئے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے گا تو ایسے لوگ نافرمان ہیں۔''

ہم نے کتاب تورات کے ذریعے بنی اسرائیل کے ذمہ لازم کردیا تھا کہ جان کے بدلے جان ہوگی' آنکھ کے بدلے آنکھ' کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت' اور اسی طرح زخموں کا بھی برابر کا بدلہ ہوگا۔ پھر جو کوئی معاف کردے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔ یعنی اگر کوئی شخص قصاص نہیں لیتا بلکہ مجرم کو معاف کر دیتا ہے تو اس کا یہ عمل اس کے بہت سے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا' یا یہ کہ اگر مجرم سے قصاص نہ لیا گیا بلکہ معاف کردیا گیا تو پھر اُس کے ذمہ سے گناہ جاتا رہا۔ اب دوسری مرتبہ دہرا کر یہ بات کہی گئی کہ جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی تو ظالم ہیں اور یہاں ظالم بمعنی مشرک کے ہے' جیسے قرآن حکیم میں فرمایا گیا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ دیکھئے' ایک قانون اللہ کا ہے اور ایک انسانوں کا ہے' ایک رواج ہے کسی معاشرے کا اور ایک اسلام کا ضابطہ ہے۔ اب آپ فیصلے کس کے تحت کریں گے؟ اللہ کے قانون کے تحت یا کسی اور کے قانون کے تحت۔ اگر آپ نے اللہ کے قانون کے ساتھ ساتھ کسی اور قانون کو بھی مان لیا تو یہ شرک ہے۔ اور ایسے لوگوں کو ہی یہاں ظالم کہا گیا ہے۔

اور پھر اُن انبیاء کے پیچھے' اُن کے نقش قدم پر ہم نے عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا۔ وہ اُس کتاب کی تصدیق کرتے ہوئے آئے جو اُن کے سامنے موجود تھی یعنی تورات۔ اُس میں ہدایت بھی تھی اور نور بھی تھا۔ اور ہم نے انہیں یعنی عیسیٰؑ کو انجیل عطا کی۔ انجیل بھی تورات کی تصدیق کر رہی تھی' اور وہ تقویٰ والوں کے لئے ہدایت اور نصیحت تھی۔ اور چاہیے کہ انجیل کے ماننے والے اُسی کے مطابق فیصلہ کریں جو انجیل میں ہے اور جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے احکامات اور قوانین شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی تو فاسق ہیں' سرکش اور نا ہنجار ہیں' یہ بات قابل غور ہے کہ یہاں ایک ہی رکوع میں تین سخت الفاظ آئے ہیں' اُن لوگوں کے لئے جو آسمانی ہدایت کے برعکس فیصلے کریں۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اب ان آیات کو سامنے رکھ کر دیکھئے' کیا دنیا میں کہیں ایک بھی مسلمان ملک ایسا ہے جہاں قرآن کی حکمرانی ہو اور شریعت نافذ ہو۔ افسوس کہ کہیں بھی اللہ کا دین نافذ نہیں۔ انفرادی اعتبار سے اگرچہ ہم سب مسلمان ہیں' لیکن اجتماعی سطح پر ہمارا نظام کافرانہ ہے۔

فرمانِ نبویؐ

راہِ حق کا غبار

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ عَبْسٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: ((مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ)) (رواہ البخاری)

ابوعبس ؓ کہتے ہیں' میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''جس کے قدم 'اللہ کی راہ' میں غبار آلود ہوں' اللہ نے اس پر جہنم کی آگ حرام کی ہے۔''

تشریح: ''اللہ کی راہ'' کا اطلاق ہر اس کام پر ہوتا ہے جو صرف اللہ کی رضا کے لیے کیا جائے۔ مثلاً علم دین حاصل کرنے' نماز جنازہ میں شریک ہونے' بیمار کی عیادت کرنے' مسجد میں نماز باجماعت کے لیے جانے' حج کرنے اور اس طرح کے دوسرے فرائض کو ادا کرنے کے لیے سفر کرنا لیکن بالعموم یہ اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لیے جدوجہد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایوب بیگ مرزا

خَسِرَ الدُّنیَا وَ الآخِرَۃ

لاہور میں تیسری میراتھن ریس روکنے کی کوششیں ناکام ہوگئیں۔ اِس سے دنیا میں پاکستان کا تشخص بہتر ہوا ہے۔ عوام اعتدال پسند اور روشن خیال ہیں' جن کی بہت بڑی تعداد نے ریس میں حصہ لے کر ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان میں انتہا پسندی نہیں چلے گی۔ لاہور میراتھن ''وزٹ پاکستان'' کی بہترین تصویر ہے۔ یہ ریس دنیا بھر میں پاکستان کے سافٹ امیج کو پیش کرنے میں مددگار ثابت ہوگی۔ ہم بسنت بھی منائیں گے۔ میں اِس کے مخالفین پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ پاکستان میں انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں۔ اِن خیالات کا اظہار مملکت خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے سربراہ جنرل پرویز مشرف نے تیسری میراتھن ریس کا افتتاح کرتے ہوئے کیا۔

ندائے خلافت تنظیم اسلامی کا (mouth organ) فکری ترجمان ہے جو فرقہ واریت سے بالاتر ہو کر اور انتخابی سیاست سے کنارہ کشی اختیار کر کے انقلابی جدوجہد کے ذریعے پہلے پاکستان پھر دنیا بھر میں اسلامی نظام قائم کرنے کی راہ پر گامزن ہے' لہٰذا ملکی و بین الاقوامی حالات و واقعات پر تبصرہ اور اظہار رائے اپنے اسی مشن کے حوالہ سے کیا جاتا ہے' لیکن صدر پرویز مشرف نے نائن الیون کے بعد جو یوٹرن لیا اور اُس روز سے جو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی رَٹ لگائی ہوئی ہے' آج ہم اُس کا مختصراً جائزہ لیں گے کہ پاکستان کو اس کے دنیوی لحاظ سے کیا ثمرات ملے اور ایک آزاد و خودمختار ملک کی حیثیت سے اِس وقت پاکستان کس مقام پر کھڑا ہے۔ تاکہ یہ حقیقت نکھر کر سامنے سے آ سکے کہ نظریہ پاکستان سے غداری کر کے اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کے فرمودات کو پس پشت ڈال کر بھی ہم دنیوی مفادات حاصل کر سکے یا خَسِرَ الدُّنیَا وَ الآخِرَۃ کا معاملہ ہوا۔

آج دنیا کی نگاہ میں وہ ملک روشن خیال، باوقار، اعتدال پسند اور قابل احترام ہے جو درج ذیل معیارات پر پورا اترتا ہے۔ (1) مضبوط معیشت (2) سیاسی استحکام کا حامل خالص سیکولر جمہوری نظام (3) جغرافیائی حدود کے تحفظ کی صلاحیت (4) داخلی استحکام اور اندرون ملک امن و امان کی اچھی صورت حال (5) اندرونی معاملات میں کسی غیر ملکی قوت کی مداخلت کا مکمل سدباب (6) مالیاتی ڈسپلن قائم ہو اور کرپشن کم از کم ہو۔

اگرچہ ہم نے مضبوط معیشت کو سرفہرست رکھا ہے کہ آج سیاست بھی معیشت کا طواف کرتی نظر آتی ہے' لیکن روشن خیالی سافٹ امیج اور اعتدال پسندی کے حوالہ سے کسی ملک کا غیر جمہوری ہونا یا وردی پوش جمہوریت ہونا دنیا کی نگاہ میں بدترین جرم بلکہ بدترین دہشت گردی ہے۔ اسرائیلی وزیراعظم سے کسی صحافی نے پاکستان کے بارے میں سوال کیا تو اس کا جواب تھا پاکستان کا ذکر کیا کرنا وہ تو ایک غیر جمہوری ملک ہے۔ ہمارے سافٹ امیج کو سب سے زیادہ داغدار وردی نے کیا ہے۔ کسی کمانڈر انچیف کا سربراہ حکومت ہونا اہل مغرب کے نزدیک گالی ہے۔ صدر مشرف خود فیصلہ صادر فرمائیں کہ پاکستان کے سافٹ امیج کے ابھرنے میں کیا چیز حائل ہے۔ اُنھیں یقیناً معلوم ہوگا کہ امریکہ میں ہونے والی ایک اعلیٰ سطحی کانفرنس میں صاف صاف کہا گیا کہ ہم کسی مسلمان ملک کی روشن خیالی کو اُس وقت تک تسلیم نہیں کریں گے جب تک وہ قرآن پاک کا صاف صاف انکار نہیں کرتا (معاذ اللہ)۔

جنابِ صدر! آپ نے پارلیمنٹ میں ڈھیر ساری عورتوں کو بنا سنوار کر لا بٹھایا' عورتوں کو سڑکوں پر دوڑایا' سنتِ رسول ﷺ سے مزین چہروں پر پاکستان کی زمین تنگ کر دی' تحفظ حقوق نسواں کے نام سے غیر شرعی بل اسمبلی سے منظور کرایا' کوٹھوں پر ناچ ناچ کر بسنت منائی' لیکن اِس سب کچھ کے باوجود اُنھوں نے آپ کو روشن خیال تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ بسنت منانے کے ساتھ ساتھ ہولی کھیل کر اور دیوالی منا کر بھی دیکھ لیں' اُن کی نگاہ میں فل ڈریس روشن خیال نہیں بن سکیں گے۔ وہ دین اسلام کے خلاف خم ٹھونک کر میدان میں اترے ہیں۔ وہ فنکاروں کے جھرمٹ میں روشن خیالی کا نعرہ لگانے سے ہرگز راضی نہیں ہوں گے۔ کرپشن اور لوٹ مار نے معاشی طور پر (باقی صفحہ 17 پر)

تاخلافت کی بناء' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 16 — شمارہ 2

18 تا 24 جنوری 2007ء

27 ذوالحجہ تا 4 محرم الحرام 1428ھ

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا

سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67۔اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور۔ 54000

فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور۔ 54700

فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 250 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا ---------- (2000 روپے)

یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر

''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں

چیک قبول نہیں کیے جاتے

''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اُنچاسویں غزل

(بالِ جبریل، حصّہ دوم)

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک ۔۔۔ رکھتی ہے مگر طاقتِ پرواز مری خاک!
وہ خاک، کہ ہے جس کا جنوں صیقلِ ادراک ۔۔۔ وہ خاک، کہ جبریل کی ہے جس سے قبا چاک!
وہ خاک، کہ پروائے نشیمن نہیں رکھتی ۔۔۔ چنتی نہیں پہنائے چمن سے خس و خاشاک!
اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو ۔۔۔ کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرقناک!

**[اِس غزل کی تشریح سہواً اپنے مقام پر چھپنے سے رہ گئی تھی۔
اب غزل نمبر 50 کے بعد پیش کی جاتی ہے۔]**

چار اشعار پر مشتمل یہ غزل مسلسل ہے اور اس میں اقبال نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اگرچہ فطرت نے مجھے غیر معمولی قوتِ فکر عطا نہیں کی ہے، لیکن اس کی تلافی اس طرح کر دی کہ مجھے عشق کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ چنانچہ عشق کی بدولت میری خاک یعنی میری زندگی یا شخصیت میں طاقتِ پرواز پیدا ہوگئی ہے۔

اس کے بعد وہ عاشق کی شخصیت کی بعض خصوصیات بیان کرتے ہیں، مثلاً عاشق رسول ﷺ میں جو رنگِ جنوں پایا جاتا ہے، وہ انسانی عقل کے لئے صیقل کا کام دیتا ہے، یعنی اس کی بدولت انسان کی عقل تیز اور ہوشیار ہو جاتی ہے، اس حد تک کہ فرشتے بھی عاشق کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ عاشق علائقِ دنیاوی سے بالکل بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں نشیمن (محلات، باغات اور خطابات) کی کوئی قیمت نہیں ہوتی اور آنحضور ﷺ کے عشق میں جب اُس کی آنکھ سے آنسو نکلتے ہیں تو آسمان کے ستارے ان کی آب و تاب دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں وہ آنسو ستاروں سے بھی زیادہ قیمتی ہوتے ہیں۔ اس مختصر غزل میں اقبال نے اپنی ذات کے حوالے سے ملتِ بیضا کے بعض مسائل کو پیشِ نظر رکھ کر بات کی ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ اِن چاروں اشعار میں قدرِ مشترک ذات، ملت اور کائنات ہیں۔

1۔ پہلے شعر میں وہ کہتے ہیں کہ فطرت نے اگرچہ مجھ میں وہ خصوصیت روا نہیں رکھی جو عیاری اور چالاکی سے عبارت ہوتی ہے، اس کے باوجود مجھ میں وہ صلاحیت موجود ہے جو زندگی کے عروج و ارتقاء میں ممد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ انسانی زندگی منفی حربوں سے اپنی تکمیل کی طرف نہیں بڑھتی، بلکہ اس کے لیے مثبت اور بامقصد طرزِ عمل درکار ہوتا ہے۔

2۔ میری ذات اتنی باصلاحیت ہے کہ اس کی دیوانگی بھی شعور اور ادراک سے خالی نہیں ہوتی اور جس کے سامنے جبریل جیسے فرشتے بھی سرِ تسلیم خم کر لیتے ہیں۔ اقبال کا اشارہ یہاں اللہ تعالیٰ کے اُس حکم کی جانب ہے جس میں اُس نے فرشتوں کو آدم کے روبرو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا۔

3۔ میری ہستی کو عملاً کسی سہارے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ نہ مجھے ایسا آشیانہ درکار ہے، جس کی تعمیر کے لیے ایسے وسائل فراہم کیے جا سکیں جو میری بے نیازی پر اثر انداز ہوں، نہ ہی مجھے دیگر علائق دنیاوی سے کوئی سروکار ہے۔

4۔ میرا وجود ہر چند کہ ہر طرح کی خواہش سے بے نیاز ہے، اس کے باوجود قدرت نے مجھے ایسی روشنی عطا کی ہے جس کا سامنا کرتے ہوئے ستارے بھی ماند پڑ جاتے ہیں۔ مراد یہ ہے کہ انسانی وجود میں قدرت نے وہ تمام صلاحیتیں ودیعت کر دی ہیں جن کے روبرو تمام عناصر و عوامل احساسِ کمتری کا شکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔

میثاق، حکمت قرآن اور ندائے خلافت کے انٹرنیٹ ایڈیشن
تنظیم اسلامی کی ویب سائٹ www.tanzeem.org پر ملاحظہ کیجئے

منبر و محراب

پیغامِ قرآنی کا تیسرا نکتہ:

آخرت پر ایمان

مسجد دارالسلام، باغ جناح، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 15 دسمبر کے خطاب جمعہ کی تلخیص

قارئین! پچھلے چند ہفتوں سے ندائے خلافت میں منبرو محراب کے عنوان کے تحت امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے سلسلہ وار خطاب ''انسانیت کے نام: قرآن حکیم کا پیغام'' کی تلخیص شائع کی جا رہی ہے، البتہ گزشتہ شمارہ میں اِس کی جگہ حالات حاضرہ کی مناسبت سے بانیٔ تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا خطاب عید شائع کیا گیا۔ اب دوبارہ متذکرہ سلسلے کے تحت امیر تنظیم اسلامی کا خطاب پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

[آیات قرآنی کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد]

پیغام قرآنی کا تیسرا اہم نکتہ اُخروی جوابدہی کا عقیدہ ہے۔ اسلام کے نزدیک انسان دوسرے جانوروں کی طرح محض ایک ذی حیات مخلوق نہیں، بلکہ ایک ذمہ دار اور مسئول ہستی ہے۔ دنیا کی حیات چند روزہ اُس کی اصل زندگی نہیں، یہ تو دارالامتحان ہے۔ اصل زندگی تو اُسے مرنے کے بعد حاصل ہوگی۔

تو اِسے پیمانۂ امروز و فردا سے نہ ناپ
جاوداں، پیہم دواں، ہر دم جواں ہے زندگی

اُس زندگی کا نام آخرت ہے۔ آخرت میں انسان کی کامیابی یا ناکامی کا دارومدار دنیوی زندگی میں اختیار کردہ طرزِ عمل اور رویے پر ہے۔ اگر اُس نے اعمالِ صالحہ بجالائے، اور شریعت کی پابندی کو اپنا شعار بنایا، تو وہ فوز و فلاح کا حقدار ہوگا، اور اگر اِس کے برعکس گناہ و سرکشی کا وطیرہ اپنایا تو خسرانِ عظیم اُس کا مقدر ہوگا۔ لہٰذا انسان اگر بھلائی چاہتا ہے تو اُس کے لئے لازم ہے کہ وہ آخرت پر ایمان لائے اور اُخروی محاسبے کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کردار و عمل کی تعمیر کرے۔ وہ اِس حقیقت کو ہمیشہ مستحضر رکھے کہ اُس کی یہ عارضی زندگی متاعِ غرور ہے، جہاں اُسے تھوڑی سی مہلتِ عمل دے کر بھیجا گیا ہے، اصل زندگی موت کی سرحد کے اُس پار ہے۔ قرآن حکیم بار بار اُس زندگی کی جانب متوجہ کرتا ہے۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾﴾

''ہر متنفس کو موت کا مزا چکھنا ہے اور تم کو قیامت کے دن تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتشِ جہنم سے دور رکھا گیا اور بہشت میں داخل کیا گیا وہ مراد کو پہنچ گیا۔ اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے''

سورۃ الروم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ﴾ (آیت:27)

''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اسے بہت آسان ہے''

وہ زندگی جو آخرت میں حاصل ہوگی، وہ حیاتِ دنیا سے بہتر بھی ہوگی اور دائمی بھی۔ فرمایا گیا:

﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾﴾ (الاعلیٰ)

''حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے''

> جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ غٹ کے غٹ آ موجود ہو گے۔ اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ چلائیں جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔ بے شک دوزخ گھات میں ہے (القرآن)

یعنی آخرت کی زندگی دنیا کے مقابلے میں بہت بہتر بھی ہے، اُن لوگوں کے لئے جو آسمانی ہدایت کی پیروی کرتے ہوں، کہ اُن کے لئے وہاں کوئی خوف و حزن نہ ہوگا۔ انہیں ہر قسم کی نعمتیں اور آسائشیں حاصل ہوں گی۔ اللہ کا دیدار نصیب ہوگا۔ پھر یہ کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے۔ یہ محدود ماہ و سال پر مشتمل ہے۔ یہاں کوئی کتنی طویل عمر بھی کیوں نہ پالے بالآخر اُس پر موت آ کر رہے گی۔ اِس کے برعکس آخرت کی زندگی دائمی اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ وہاں کی خوشیاں بھی انسان کو ہمیشہ حاصل رہیں گی۔ دوسری طرف آخرت میں گناہوں کی سزا بھی بہت سخت ہو گی۔ دنیا میں انسان کو کسی جرم کی سخت سے سخت سزا دی جائے، حد درجہ تشدد کا نشانہ بنایا جائے، تو بھی اُسے معلوم ہوتا ہے موت آ کر اُسے اِس سزا اور اذیت سے چھٹکارا دلا دے گی، لیکن آخرت کا معاملہ اِس سے مختلف ہے۔ وہاں مجرموں کو جو سزا ملے گی وہ انتہائی سخت ہوگی اور اِس سختی کے سبب وہ فریاد کریں گے کہ انہیں موت دے دی جائے اور اُن کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ اذیت سے رہائی مل سکے، مگر انہیں موت بھی نہیں دی جائے گی۔

﴿وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ ﴿۷۷﴾﴾ (الزخرف)

''اور پکاریں گے کہ اے مالک! تمہارا پروردگار ہمیں موت دے دے۔ وہ کہے گا کہ تم ہمیشہ (اسی حالت میں) رہو گے''

آخرت کی دائمی زندگی میں انسان کے دو ہی انجام ہوں گے، یا تو وہ فوز و فلاح حاصل کرے گا اور جنت کا حقدار قرار پائے گا، یا ہمہ گیر خسارے سے دوچار ہوگا اور اُسے جہنم کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔ کوئی درمیانی صورت نہ ہوگی۔ جنت کے مستحق وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں قرآنی ہدایت اور ضابطے کو زندگی کا منشور بنائیں گے اور خواہشات نفس کو لگام دے کر اُسے احکام الٰہی کے تابع کریں گے۔ جہنم اُن لوگوں کا ٹھکانہ ہوگی جو آسمانی ہدایت سے انکار کر دیں گے۔ اور یہ واضح ہے کہ انکار محض قولی ہی نہیں ہوتا، کہ آدمی کہہ دے کہ وہ قرآن حکیم کو اللہ کی کتاب نہیں مانتا، بلکہ عملی بھی ہوتا ہے۔ آدمی زبان سے تو کتاب اللہ پر ایمان رکھتا ہو، مگر عملی زندگی میں آسمانی ہدایت کو اختیار کرنے پر آمادہ نہ ہو، اللہ کے بندہ ہونے کے دعویدار ہو، مگر حقیقت میں اُس نے خواہشات نفس کو اپنا الٰہ بنا رکھا ہو، تو یہ بھی انکار ہی کی روش ہے اور جو بھی یہ روش اپنائے، آگ کے خوفناک شعلوں کی نذر ہوگا۔

آخرت پر ایمان انسانیت کے نام قرآن کے پیغام کا ایک انتہائی اہم نکتہ ہے۔ یہی وہ ایمان ہے جو انسان کے اعمال کی صورت گری میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے، انسان کو راہِ راست پر گامزن رکھتا اور اُسے سرکشی، نافرمانی، حق تلفی اور ظلم و زیادتی سے باز رکھتا ہے۔ ایمان بالآخرت کی اِسی اہمیت کے پیش نظر قرآن حکیم میں جا بجا اِس کا ذکر آتا ہے۔ کئی سورتوں کا تو اصل موضوع ہی آخرت ہے۔ اُن میں کثرت کے ساتھ جنت اور دوزخ کے

احوال بیان ہوئے ہیں۔ اہل جنت کی خوشگوار زندگی اور اہل جہنم کے خوفناک انجام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

آخرت پر ایمان کے لئے قرآن حکیم دو انداز اپناتا ہے۔ ایک انداز انذار کا ہے' یعنی جہنم کے ہولناک تذکرے کے ذریعے نافرمان لوگوں کو راہِ راست پر چلنے کی دعوت دی جاتی ہے'

انسان اِس حقیقت کو ہمیشہ مستحضر رکھے کہ یہ دنیا دھوکے کا سامان ہے' جہاں اُسے تھوڑی سی مہلت عمل دے کر بھیجا گیا ہے' اُس کی اصل زندگی موت کی سرحد کے پار ہے

اور دوسرا انداز تبشیر کا ہے۔ یہ انداز ان لوگوں کے لئے ہے جو نیکوکار ہوں۔ ایسے لوگوں کو اجرِ عظیم کی بشارت اور خوشخبری دی جاتی ہے۔ سورۃ البقرہ کے زیرِ مطالعہ رکوع میں پہلے انذار کا انداز اپنایا گیا ہے۔ چنانچہ وارننگ دی گئی ہے کہ

﴿.....فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝﴾ (سورۃ البقرہ)

''پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے (اور جو) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

اور پھر آگے تبشیر کا پہلو سامنے رکھا گیا ہے۔ فرمایا:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ﴾ (سورۃ البقرہ:25)

''اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے' ان کو خوشخبری سنا دو کہ ان کے لئے (نعمت کے) باغ ہیں' جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو بھی نبی یا رسول بھیجا' وہ بشیر اور نذیر ہوتا تھا۔ جو لوگ آسمانی ہدایت کی پیروی کرتے' وہ انہیں جنت کی اور فوزِ عظیم کی خوشخبری سناتا' اور جو اُس ہدایت سے منحرف ہوتے انہیں جہنم اور اُس کے دردناک عذاب سے ڈراتا تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے متعلق فرمایا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝﴾ (سورۃ الاحزاب)

''ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ کی طرف بلانے والا اور چراغِ روشن۔''

قرآن حکیم کی کئی سورتوں میں زیادہ تر انذار کا انداز ملتا ہے' جیسے

﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝﴾ (العصر)

''زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے''

یعنی تیزی سے گزرنے والے زمانے کی قسم کھا کر انسانیت کو اس حقیقت سے آگاہ کیا جا رہا ہے کہ انسان سخت خسارے میں مبتلا ہونے والا ہے۔ انذار کا یہ چونکا دینے والا انداز اس لئے اختیار کیا گیا ہے تاکہ انسان عظیم خسارے سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرے۔

اسی طرح سورۃ القارعہ میں فرمایا:

﴿اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝﴾

''کھڑکھڑانے والی' کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ اور تم کیا جانو کہ کھڑکھڑانے والی کیا ہے؟ (وہ قیامت ہے) جس دن لوگ ایسے ہوں گے جیسے بکھرے ہوئے پتنگے۔ اور پہاڑ ایسے ہو جائیں گے جیسے دھنکی ہوئی رنگ برنگ کی اُون۔''

سورۃ الحاقہ میں یہ انداز یوں ملتا ہے:

﴿اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ ۝ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝﴾

''سچ مچ ہونے والی! وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے اور کیا تو نے سوچا کہ وہ سچ مچ ہونے والی کیا ہے۔ جھٹلایا ثمود اور عاد نے اُس کوٹ ڈالنے والی کو''

قرآن مجید آخرت اور قیامت کا ذکر ایک ناقابلِ انکار اٹل حقیقت کے طور پر کرتا ہے۔ احوالِ آخرت کے بیان کے لئے ماضی کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ یوں نہیں فرمایا جاتا کہ ایسے ہوگا' بلکہ کہا جاتا ہے کہ ایسے ہوا' تاکہ کسی کے دل میں آخرت' جنت اور دوزخ کے متعلق ذرا بھی شک پیدا نہ ہو اور آخرت کا یقینی ہونا اتنا واضح ہو جائے جیسے گزرے ہوئے

پریس ریلیز

12 جنوری 2006ء

امریکہ اپنی طاقت کے نشے میں دنیا کے امن کو تہ و بالا کر رہا ہے

اگر ہم اللہ کو راضی کریں تو دنیا کی کسی طاقت کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

حافظ عاکف سعید

حکومت کی پالیسیوں کا مرکز و محور امریکہ کی خوشنودی کا حصول ہے۔ بحیثیت مسلمان صرف رضائے الٰہی کا حصول ہی ہمارا مقصود و مطلوب ہونا چاہئے۔ کیونکہ اللہ کی طاقت اور قدرت کے سامنے کسی کی کوئی حیثیت نہیں۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کہی۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ آج ٹیکنالوجی کے بل پر زمینی سپر پاور بنا پھرتا ہے اور اپنی طاقت کے نشے میں جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے قانون پر دنیا کے امن کو تہ و بالا کر رہا ہے۔ لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود اب تک نہ وہ اُسامہ کو پکڑ سکا نہ ہی طالبان کو اپنے آگے جھکا سکا ہے۔ انھوں نے کہا کہ پاکستانی حکمران امریکی مفادات کی خاطر طلبہ کو اسلامیات کے مضمون کے ''بوجھ'' سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ اسی طرح مہنگائی، بے روزگاری جیسے مسائل کو پس پشت ڈال کر آج کل میراتھن ریس کو پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ بنا دیا گیا ہے۔ اس ریس کے لیے پورے شہر کو بلاک کر کے عوام کو اذیت دینے سے یقیناً امریکہ خوش ہوگا۔ کیونکہ امریکہ کے نزدیک پاکستان کے عوام کی حیثیت بھیڑ بکریوں سے زیادہ نہیں۔ امریکی سفارت کار کا یہ بیان کہ جمہوریت پاکستان کا اندرونی معاملہ ہے ہم دخل نہیں دیں گے' اسی طرزِ عمل کا عکاس ہے۔ کیا نصاب تعلیم، قانون توہین رسالتؐ، مدارس کی رجسٹریشن، حدود آرڈیننس بین الاقوامی معاملات ہیں جن میں امریکہ دخل اندازی کر رہا ہے۔ دراصل امریکہ چاہتا ہے کہ اگر وہ سیاہ کو سفید کہے تو ہم بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ یہ صورت حال یقیناً دینی غیرت و حمیت کی کمی کا نتیجہ ہے۔ جو سچے مسلمان ہیں عالم کفر آج بھی ان سے خوفزدہ ہے کیونکہ وہ زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں، انھیں موت کے بعد اپنے رب کی ملاقات کا یقین ہے۔ جبکہ کفار کے نزدیک دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے، اور سب سے خوفناک چیز موت ہے۔ اگر ہم دین و ایمان کے تقاضوں کو پورا کریں تو دنیا کی کسی طاقت کے آگے جھکنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

واقعات ہوتے ہیں۔ اِس سلسلے میں قرآن حکیم میں متعدد مقامات ملتے ہیں۔ چند ایک ملاحظہ ہوں۔

سورۃ الانبیاء میں فرمایا:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۝۱﴾

''لوگوں کا حساب (اعمال کا وقت) نزدیک آ پہنچا ہے اور وہ غفلت (میں پڑے اُس) سے منہ پھیر رہے ہیں۔''

سورۃ القمر میں ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝۱﴾

''قیامت قریب آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا''

سورۃ التکویر میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷﴾

''جب سورج لپیٹ لیا جائے گا اور جب تارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب بیانے والی اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور جب وحشی جانور اکٹھے ہو جائیں گے اور جب دریا آگ ہو جائیں گے اور جب روحیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی۔''

اور سورۃ النبا میں احوال قیامت کے تذکرہ میں فرمایا

﴿يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ۝۱۸ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝۱۹ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝۲۰ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝۲۱﴾

''جس دن صور پھونکا جائے گا تو تم لوگ غٹ کے غٹ آ موجود ہو گے۔ اور آسمان کھولا جائے گا تو (اس میں) دروازے ہو جائیں گے۔ اور پہاڑ چلائیں جائیں گے تو وہ ریت ہو کر رہ جائیں گے۔ بے شک دوزخ گھات میں ہے۔''

سورۂ یٰسین میں جس کی ہم بکثرت تلاوت کرتے ہیں، فرمایا:

﴿قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۵۲ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ۝۵۳﴾

''کہیں گے اے ہے، ہمیں ہماری خواب گاہوں سے کس نے (جگا) اٹھایا۔ یہ وہی تو ہے جس کا اللہ نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے سچ کہا تھا۔ صرف ایک زور کی آواز کا ہونا ہو گا کہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے۔''

آخرت پر ایمان ایمان باللہ کا تقاضا ہے۔ جب اللہ کو مان لیا اور یہ حقیقت دل میں جاگزیں ہو گئی کہ اللہ نے جو بھی فرمایا وہ برحق ہے تو آخرت پر بھی ایمان لانا ضروری ہو گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے تو اپنی کتاب اور رسول ﷺ کے ذریعے اِس حقیقت کی رہنمائی کی ہے کہ دنیا کے بعد ایک عالم آخرت ہو گا۔ جہاں دوبارہ انسان کو زندگی دے کر اُس سے اُس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات مختلف انداز سے سمجھائی ہے۔ کہیں قسم کھا کر فرمایا:

﴿لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۝۱﴾ (القیٰمۃ)

''ہم کو روز قیامت کی قسم''

سورۃ التغابن میں نبی اکرم ﷺ کی زبان سے کہلوایا:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝۷﴾

''جو لوگ کافر ہیں ان کا اعتقاد ہے کہ وہ (دوبارہ) ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے۔ کہہ دو کہ ہاں ہاں میرے پروردگار کی قسم! تم ضرور اٹھائے جاؤ گے، پھر جو کام تم کرتے رہے ہو وہ تمہیں بتائے جائیں گے اور یہ (بات) اللہ کو آسان ہے۔''

سورۂ ق میں ارشاد ہوا:

﴿اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۵﴾

''کیا ہم پہلی بار پیدا کر کے تھک گئے ہیں؟ (نہیں) بلکہ یہ ازسرِنو پیدا کرنے میں شک میں (پڑے ہوئے) ہیں''

سورہ القیامہ میں فرمایا:

﴿اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦ الْمَوْتٰى﴾ (آیت 40)

''کیا اس خالق کو اس بات پر قدرت نہیں کہ مردوں کو زندہ کر دے۔''

فاطر فطرت نے بعث بعد الموت حساب و کتاب اور حشر و نشر انسان کی فطرت میں رکھ دیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ایمان بالآخرت کی بنیاد فطرت انسانی ہے۔ فطرت یہ تقاضا کرتی ہے کہ ایک ایسا عالم برپا ہو جہاں مکافات عمل کا قانون پورے طور سے نافذ ہو۔ نیکوکار لوگوں کو اُن کی نیکی اور بھلائی کی جزا اور سرکش و نافرمان اور ظالم لوگوں کو اُن کے گناہوں اور مظالم کی سزا دی جائے۔ اب یہ کہ نیکی اور بدی کیا ہے، اِس کا شعور بھی انسان کو عطا کر دیا گیا ہے۔ اُس کا ضمیر وہ جج ہے جو خیر و شر کا فیصلہ دے دیتا ہے۔ وہ بُرے عمل پر آدمی کو متنبہ کرتا اور ٹوکتا ہے۔ چنانچہ آدمی جب کوئی غلط قدم اٹھاتا ہے تو ضمیر کی عدالت سے آواز آتی ہے کہ تو نے یہ کام غلط کیا ہے، اگرچہ تم نے دوسروں کی آنکھوں میں دھول جھونک دی ہے اور دنیا کی عدالت میں بھی تمہارے حیلوں اور دلائل کے سبب تمہارے حق میں فیصلہ ہو گیا ہے اور اپنی ہشیاری کے سبب تم سزا سے بچ گئے ہو، تاہم کام تم نے بہرحال غلط کیا ہے۔ اِسی طرح آدمی جب کوئی نیکی کرتا ہے تو ضمیر اُس کی تحسین کرتا اور اُسے شاباش دیتا ہے۔ یہ کہہ کر اُس کا حوصلہ بڑھاتا ہے کہ تم نے یہ بہت اچھا کام کیا ہے۔ تم نے دوسرے کی زندگی بچانے کے لئے اپنی جان خطرے میں ڈالی، ایک تنگ دست آدمی کی معیشت کو سنوارنے کے لیے اپنا روپیہ پیسہ خرچ کیا، دوسرے کی بھوک مٹانے کے لئے خود بھوکا رہنا گوارا کر لیا۔ اگرچہ دنیا والے تمہیں نادان کہہ رہے ہیں، تجھے برا بھلا کہا جا رہا ہے، لیکن تمہارا یہ کام بہت بڑی نیکی ہے۔

بسا اوقات نظر آتا ہے کہ دنیا میں جو شخص ضمیر کی پکار کو رد کر کے دوسروں کے حقوق غصب کرتا، غریبوں اور کمزوروں استحصال کرتا اور اُن کا خون چوستا ہے، وہی پھل پھول رہا ہوتا ہے۔ عزت اُسی کی ہوتی ہے۔ حیثیت اور مرتبہ اُسے ہی حاصل ہوتا ہے۔ سفارش اُسی کی چلتی ہے۔ اُسی کے حق میں عدالتوں میں فیصلے ہوتے ہیں۔ اُسی کی نسلیں منہ میں سونے کا چمچ لے کر پیدا ہوتی اور دنیا کے مروجہ معیارات کے مطابق یہاں ترقی کرتی ہیں۔ اِس کے بالکل برعکس معاملہ اُن لوگوں کا ہوتا ہے جو ضمیر کی پکار پر کان دھرتے ہیں، اور اُس کے فیصلوں کے مطابق اپنی سیرت و کردار کی تعمیر کرتے ہیں۔ ایسے لوگ معاشرے میں اجنبی بن کر رہ جاتے ہیں۔ انہیں عزت اور مقام و مرتبہ ملنا تو درکنار، اُن پر عرصہ حیات تنگ ہو جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ خیر و شر کے نتائج اور اخلاقی قوانین کے اعتبار سے یہ دنیا نامکمل ہے۔ دنیا میں اچھے اعمال کی جزا اور غلط کاموں کی سزا نہیں ملتی۔ چنانچہ فطرت انسانی اس بات کی متقاضی ہے کہ کوئی ایسا عالم ہونا چاہیے جہاں ضمیر کی آواز پر لبیک کہنے والے نیک طینت افراد کو اُن کے حسن کردار کا اچھا بدلہ ملے اور سرکش، فسادی اور شیطانی کردار کے لوگوں کو اُن کے بُرے طرزِ عمل اور اعمال کی سخت سزا دی جائے۔ فطرت کی یہی وہ پکار ہے، جسے قرآن حکیم نے ایمان بالآخرت کی بنیاد بنایا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آخرت کے عقیدے کی بنا پر ہی دنیا اور انسان کی تخلیق بامقصد قرار پاتی ہے، ورنہ اُس دنیا کی تخلیق کو بامقصد کیسے کیا جا سکتا تھا جہاں نیکوکاروں اور سیاہ کاروں کے اعمال کا نتائج و انجام سے آزاد ہوتے۔ معلوم ہوا کہ آخرت انسان کی فطرت کی پکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت لقمان جو نہ تو نبی تھے اور کسی نبی کے پیروکار، محض اپنی فطرت سلیمہ کی بدولت عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے کو جہاں اور باتوں کی تلقین کی تھی، وہاں اس بات کی بھی نصیحت کی تھی کہ

﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶﴾ (لقمان)

''(لقمان نے کہا کہ)! بیٹا اگر کوئی (عمل بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں بھی، اللہ اس کو قیامت کے دن لا موجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔''

سورۃ الفاتحہ میں بھی انسان کی فطرت کی ترجمانی ہے، جہاں ایمان باللہ کے ضمن میں حمد باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ آخرت کا تذکرہ آیا ہے۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳﴾

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ انصاف کے دن کا مالک ہے۔''

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

مسندِ ارشاد کے حقیقی وارث

آصف علی

امتِ محمدیہ ﷺ تاریخ کے صفحات پر عظمت و رفعت کی بے نظیر مثالیں بکھیرتے ہوئے ہزیمت کے ایسے دور میں داخل ہو چکی ہے جسے لکھتے ہوئے مستقبل کا مؤرخ داستانِ عبرت کے عنوان سے باب باندھے گا۔ اس داستان کے ہیرو وہ نہیں ہوں گے جنہوں نے اس دورِ پرآشوب میں ظلم کے ہاتھوں مسندِ اقتدار کی رشوت قبول کی اور اپنے قافلے کو ذلت کی تاریک گھاٹیوں میں دھکیل دیا' بلکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنی زندگیاں تخت کی بجائے چٹائیوں کی نظر کردیں۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جنہیں ذلت کے کفن دے کر دفن کرنے کی کوشش کی گئی وہ تاریخ کے آنگن میں عظمت کی قبا اوڑھ کے اٹھے۔

ایسے مردِ قلندر کسی دور کی میراث نہیں ہوتے۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ یہ ہر دور کا سرمایۂ افتخار رہے ہیں۔ قوموں کے درماندہ قافلے انہی ستاروں کی روشنی میں شامِ ہزیمت سے صبحِ عزیمت کا سفر طے کرتے رہے ہیں۔ یہ خاک نشیں جبر واستبداد کے خلاف کمر ہمت کستے ہیں تو غضبِ طاغوت کے سزاوار ٹھہرتے ہیں' لیکن چاہے ان کی ہڈیاں دہکتی آگ کے انگارے بن جائیں یا انہیں کند آروں سے چیر دیا جائے' اپنے فرضِ منصبی سے رتی بھر اعراض نہیں کرتے۔

آج پھر پوری امت کسی ایسے ہی مردِ قلندر کی راہ دیکھ رہی ہے۔ پوری امت اقتدار کو بھکاریوں کے نرغے میں ہے۔ اہلبیت کو پاسبانوں کو تو محمد رسول اللہ ﷺ کی بے تاب پکار سنائی نہیں دے رہی کہ "اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ' میں اللہ کے سچا نبی ہوں۔"

لیکن شاید اُن لوگوں کے کان بھی یہ پکار سننے کی صلاحیت نہیں رکھتے جو طاغوت کے ہر حکم کو باعثِ افتخار سمجھتے ہیں' جو صرف خیرات میں ملے اقتدار کا تحفظ چاہتے ہیں اور تہیہ کر چکے ہیں کہ دینِ اسلام مسلمانوں کی زندگیوں سے کھرچ کر نکال دیں گے۔ فحاشی و عریانی ہر گھر کی دہلیز تک پہنچائیں گے۔ سود اور جوئے کی چکی میں غریب کی ہڈیاں پیس کر فصلِ اقتدار کی کھاد تیار کریں گے۔ ایک ذلت و رسوائی کی اندھیری رات اوپر سے جبر واستبداد کی کالی گھٹا۔ خدایا! کوئی ستارہ نمودار کر جو ہمیں منزل کا پتا دے۔

اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ ہماری دعا ضرور قبول کریں گے لیکن کیا اس وقت تک ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے۔ نہیں' ہرگز نہیں' ہمیں ہر حال میں اپنا سفر جاری رکھنا ہوگا۔ اب بھی وقت ہے' ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس سفر کے رہنما علماء حق کے علاوہ کوئی نہیں۔ قیادت اور رہنمائی میں فرق ہوتا ہے۔ راہ بتا دینا اور بات ہے' راہ پر لے کر چلنا اور بات ہے۔ قیادت کی صلاحیت اللہ تعالیٰ ہر کسی کو نہیں دیتا۔ امت کے افق پر کوئی قائد نظر نہیں آتا تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم علماء کی رہنمائی بھی قبول نہیں کریں گے۔ ہمیں چلنا انہی کے بتائے ہوئے رستوں پر ہے تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا بندہ بھیج دے جو اس ملت کی ڈولتی نیا کو سنبھالا دے سکے۔ ہم ہرگز ایسے لوگوں کو دینِ حنیف کی من مانی تعبیرات کی اجازت نہیں دیں گے جو اس کے مبادیات تک سے واقف نہیں۔

> ہماری گاڑی خراب ہوجائے تو اسے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کر جاتے حالانکہ پڑھا لکھا تو ڈاکٹر بھی ہوتا ہے' لیکن دین کے معاملے میں عجب ستم ظریفی ہے کہ فلم ایکٹریس تک کو یہ حق حاصل ہے کہ فلاں قانون اسلام کے خلاف نہیں اور فلاں ہے

آج ابلیس کے فرزند علماء کے خلاف ایک محاذ کھڑا کیے بیٹھے ہیں۔ جس سے ہر وقت طعن وتشنیع کے تیر برستے رہتے ہیں' لیکن یہ نہیں سوچا جاتا کہ آج دین جتنا بھی ہم تک پہنچا ہے انہی لوگوں کی بدولت پہنچا ہے۔ اگر یہ لوگ بھی حکمرانوں کی طرح ہو جاتے تو آج مسجدوں میں اذانیں نہ گونج رہی ہوتیں۔ کچھ بھی ہو دین کے تحفظ کا سہرا انہیں کے سر ہے۔ بڑی حیرانی ہوتی ہے جب کوئی شخص ان لوگوں کے پاس یہ پوچھنے جاتا ہے کہ جناب دو رکعت کے بعد تشہد کے لئے بیٹھنا ہے یا نہیں لیکن وہی شخص بڑے دھڑلے سے بازار میں بیٹھ کر اسلامی قوانین کے حوالے سے علماء کی اتھارٹی کو چیلنج کرتے ہوئے "ذرا سوچئے" کی تلقین کر رہا ہوتا ہے۔

آج کل جدید تعلیم یافتہ لوگوں کو "تبصرہ فوبیا" ہوتا جا رہا ہے۔ کسی معاملے میں لاعلمی کا اظہار کسرِ شان سمجھا جاتا ہے اور معاملے سے لاعلمی کے باوجود صرف اپنے آپ کو پڑھا لکھا ثابت کرنے کے لئے اس پر تبصرہ ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ تبصروں کے لئے صرف پڑھا لکھا ہونا ہی ضروری نہیں ہوتا بلکہ کسی معاملے سے متعلقہ شعبے کی تعلیم بھی ضروری ہوتی ہے۔ ہماری گاڑی خراب ہو جائے تو اسے ڈاکٹر کے پاس نہیں لے کر جاتے حالانکہ پڑھا لکھا تو ڈاکٹر بھی ہوتا ہے' لیکن دین کے معاملے میں عجب ستم ظریفی ہے کہ فلم ایکٹریس تک کو یہ حق حاصل ہے کہ فلاں قانون اسلام کے خلاف نہیں اور فلاں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ فقیہانِ حرم کا بہت بڑا طبقہ دینی اقدار کو دنیا کے چرنوں پہ وار چکا ہے لیکن امتِ محمدیہ ﷺ سے اللہ کا وعدہ ہے کہ روئے ارضی کبھی علماء حق سے خالی نہیں ہو گی۔ اب یہ ذمہ داری ہماری ہے کہ ان تک پہنچیں' کیونکہ کل اللہ کے حضور ہم یہ کہہ کر بری نہیں ہو سکتے کہ تیرے دین کے وارث تو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے' ہم کس کی پیروی کرتے۔ حالانکہ دو ٹکے کی چیز خریدنی ہو تو ہم پورا بازار کھنگال ڈالتے ہیں۔ قیمتوں اور معیار کا اختلاف ہمیں شے کی خریداری سے نہیں روکتا کیونکہ ہم نے اسے ضرورت سمجھا ہوتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے' ہم نے خود ہی دین کو مذاق بنالیا ہے' ورنہ علماء سو بھی علماء حق تک پہنچنے میں حائل نہ ہوتے۔

آئیے' اپنے اس غیر سنجیدہ رویے پر اللہ سے معافی مانگیں اور علماء حقانی کی راہ نمائی میں اللہ سے کیا ہوا عہد وفا تازہ کریں کہ آج کے بعد ہر وہ بات جو تیری منشاء کے خلاف ہوگی' ٹھکرا دیں گے۔ چاہے وہ بات مسندِ اقتدار کے غاصبوں کا فرمان ہی کیوں نہ ہو۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

جمعیۃ العلماء الجزائر

سید قاسم محمود

الجزائر پر فرانسیسی سامراج کے قبضے کے اسباب بے حد عجیب ہیں۔ فرانس نے اپنی طوائف الملوکی کے زمانے میں (1795-1799ء) الجزائر سے گیہوں خریدے تھے' جن کی قیمت 70 لاکھ فرانک سے زیادہ تھی۔ بیس سال سے بھی زیادہ عرصے تک یہ قیمت ادا نہ ہوئی۔ 1819ء میں حکومت الجزائر اور حکومتِ فرانس کے درمیان معاہدہ ہو گیا کہ واجب الادا رقم قسطوں میں ادا کر دی جائے گی۔ 1821ء سے قسطیں ادا ہونے لگیں' لیکن یہ عہد بھی فرانس نے پورا نہ کیا۔ الجزائر کے حکمران حسین پاشا نے چارلس دہم کو رقم کے متعلق خطوط لکھے' لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ 1828ء میں جب فرانس کا سفیر حسین پاشا کے پاس آیا تو پاشا نے خطوط کا جواب نہ دینے کی شکایت کی۔ سفیر نے تمام سفارتی و اخلاقی آداب بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا:

''ہمارے بادشاہ سلامت اُس شخص کو براہ راست مخاطب نہیں کرتے جو درجے میں اُن سے فروتر ہو۔''

اس پر حسین پاشا کو اتنا طیش آیا کہ ہاتھ میں جو پنکھا تھا' وہ سفیر کے منہ پر دے مارا۔ بس اِس واقعے کو بہانہ بنا کر فرانسیسی بیڑے کو حکم ملا کہ بندرگاہ الجزائر کا محاصرہ کر لیا جائے۔ پھر 1830ء میں باقاعدہ حملہ کر دیا گیا۔ عین اس موقع پر سید محی الدین الحسین نے فرانس کے خلاف علمِ جہاد بلند کر دیا۔ اس تحریک آزادی کو سید موصوف کے فرزند ناصر الدین عبدالقادر الحسین نے سنبھال لیا۔

امیر عبدالقادر الجزائری

عبدالقادر الحسین جو امیر عبدالقادر الجزائری کے نام سے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں' 1808ء میں ایک دین دار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد وہ اکیس سال کی عمر میں حج کرنے مکہ معظمہ گئے۔ اس سفر کے دوران انہیں بغداد' دمشق اور قاہرہ میں قیام کرنے اور علماء سے ملنے کا موقع ملا۔ محمد علی پاشا والئی مصر اپنے ملک کو ترقی دینے کی جو کوششیں کر رہا تھا' امیر عبدالقادر اس سے بہت متاثر ہوئے۔ یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ اُسی زمانے میں امام سنوسی نے محمد علی پاشا کی غیر اسلامی اصلاحات کو سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا تھا اور بددل ہو کر قاہرہ سے واپس چلے گئے تھے' لیکن امیر عبدالقادر نے امام سنوسی کے برعکس محمد علی پاشا کی اصلاحات کو پسند کیا تھا' حالانکہ عبدالقادر خود بھی اسلامی فکر کے علم بردار تھے۔ غالباً دونوں کے نقطۂ نظر کا یہ فرق مختلف رجحانات کا آئینہ دار تھا۔ سنوسی کی زندگی میں زہد غالب تھا' جبکہ عبدالقادر کی زندگی میں سیاسی سوجھ بوجھ کا غلبہ تھا۔ عبدالقادر خود بھی غیر اسلامی رجحانات کو ناپسند کرتے تھے' لیکن محمد علی پاشا کی اصلاحات کے تمام پہلو غیر اسلامی نہیں تھے۔ اُس کی یہ کوشش کہ مصر ایک جدید ملک بن جائے' ایک قابلِ قدر کوشش تھی۔ جدید دور کے ایک مصلح کی حیثیت سے عبدالقادر کو اس کی اصلاحات کا یہ پہلو پسند تھا' لیکن وہ اِن اصلاحات کو اسلامی رنگ دینا چاہتے تھے' لیکن سنوسی وقت کے تقاضے سمجھ نہ سکے اور انہوں نے اپنی اصلاحی و فلاحی کام کو محض اخلاقی حدود تک محدود رکھا' اور سیاست و معیشت کا اثر نہ پڑنے دیا۔

> جمیلہ نے فرانسیسی افواج کے کمانڈر سے کہا:
> ''یاد رکھو' جب تم ہمیں قتل کرتے ہو تو دراصل اپنے ملک کی آزادی کو قتل کرتے ہو' اُس کی عزت کو داغ دار کرتے ہو اور اس کے مستقبل کو خطرے میں ڈالتے ہو۔''

عبدالقادر اُس سال مشرق وسطیٰ کے سفر سے واپس الجزائر آئے' جس سال فرانس الجزائر پر قابض ہوا تھا۔ نئی صورت حال نے عبدالقادر کو مضطرب کر دیا اور انہوں نے فرانس سے جنگ کرنے کا عزم کر لیا۔

اُس زمانے میں الجزائر میں مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم تھیں جو آپس میں لڑتی رہتی تھیں اور اس قابل نہیں تھیں کہ متحد ہو کر فرانس کا مقابلہ کر سکیں۔ عبدالقادر نے اِن ریاستوں اور قبائل کے اختلافات ختم کیے اور اُن کو اس پر آمادہ کر لیا کہ وہ متحد ہو کر فرانس کا مقابلہ کریں۔ ان قبائل نے 22 نومبر 1832ء کو عبدالقادر کو جن کی عمر صرف 25 سال تھی' اپنا امیر مقرر کر لیا۔ الجزائری مسلمانوں کی قیادت سنبھالنے کے بعد امیر عبدالقادر نے قصبہ مسکرہ کی مسجد میں فرانسیسیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کر دیا۔ انہوں نے جلد ہی مغربی الجزائر کے قبائل کو اپنے جھنڈے کے تحت متحد کر لیا اور فرانسیسی فوجوں کو پے در پے شکستیں دیں' یہاں تک کہ فروری 1834ء میں فرانس عبدالقادر کو مغربی الجزائر کا امیر تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا' لیکن اگلے سال فرانس سے پھر تصادم شروع ہو گئے اور جنگوں کا یہ سلسلہ کئی سال جاری رہا۔ 1839ء تک امیر عبدالقادر الجزائر کے ایک تہائی حصے پر قابض ہو گئے (اُس زمانے میں برعظیم پاک و ہند میں انگریزی سامراج کے خلاف سید احمد شہید کی تحریک کا دوسرا دور جاری تھا)۔ اس کے بعد امیر کی مشکلات بڑھ گئیں۔ اُدھر فرانس نے اپنی فوجوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے ساتھ ساتھ جدید اسلحہ بھی فراوانی کے ساتھ الجزائر بھیجا۔ چنانچہ امیر عبدالقادر 21 دسمبر 1847ء کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے۔

امیر عبدالقادر نے جو نظامِ حکومت قائم کیا تھا' اُس میں آزاد علاقے ''دارالاسلام'' کہلاتے تھے اور فرانسیسی مقبوضہ علاقے دارالکفر۔ مسلمانوں کے لیے دارالکفر سے ہجرت کر کے دارالاسلام آنا واجب تھا۔ امیر عبدالقادر نے اپنے لیے ''امیر المومنین'' کا لقب اختیار کیا تھا اور مشورے کے لیے ایک مجلس شوریٰ بنائی تھی جو گیارہ علماء پر مشتمل تھی۔ نظامِ حکومت مختلف امور کے وزیروں کی مدد سے چلایا جاتا تھا۔ ریاست مختلف انتظامی حکموں میں تقسیم تھی اور ہر حکمے میں ایک قاضی مقرر تھا جو امور نظم و نسق کی مطابقت شرعی اصولوں سے پیدا کرنے کا ذمہ دار تھا۔ کسی مسئلے میں ابہام ہوتا یا وضاحت مقصود ہوتی تو ایسی مشکل صورت حال میں علمائے فاس یا جامعہ الازہر کے مالکی شیخ سے فتویٰ منگایا جاتا تھا۔ امیر عبدالقادر نے فوج کی تنظیم جدید خطوط پر کی تھی اور اس سلسلے میں یورپی ممالک سے مدد بھی لی۔ بعض صورتوں میں امیر عبدالقادر کی فوج مراکش کی فوج سے بہتر تھی۔ انہوں نے الجزائر میں اسلحہ سازی کا کارخانہ بھی قائم کیا تھا۔ الجزائر میں امیر عبدالقادر کی یہ ریاست بالاکوٹ میں سید احمد شہید کی شہادت کے ایک سال بعد قائم ہوئی تھی۔ دونوں کی قائم کردہ ریاستوں میں نفاذِ اسلام کی کوشش مشترک تھی' لیکن بڑا فرق یہ تھا کہ امیر عبدالقادر جدید دور کے تقاضوں اور ضرورتوں کو سید احمد شہید مجاہدین کے مقابلے میں زیادہ بہتر طور پر سمجھتے تھے۔ شاید یورپ سے نزدیکی اور محمد علی پاشا کے مصر سے تعلق اس کی بڑی وجہ ہو۔

الجزائر کی تاریخ میں عقبہ بن نافع اور خیر الدین باربروسہ کے بعد کسی اور شخص کو وہ شہرت' عظمت اور نیک نامی حاصل نہیں ہوئی جو عبدالقادر الجزائری کو حاصل ہوئی۔ انہوں نے آدمیوں اور وسائل کی کمی کے باوجود جس دلیری اور بے جگری سے فرانسیسی افواج کا پندرہ سال تک مقابلہ کیا' اس کی مثالیں بہت کم ملیں گی۔ مورخین نے اُن کی انتظامی صلاحیت اور سیاسی تدبر کی بڑی تعریف کی ہے۔ حکومتِ فرانس نے دو مرتبہ مجبور ہو کر امیر عبدالقادر سے صلح کی اور دونوں مرتبہ بدعہدی کر کے نئے سرے سے جنگ چھیڑ دی۔ فرانس نے یورپ کی سازشی طبیعت کے عین مطابق الجزائر کے چھوٹے چھوٹے امراء اور سرداران قبائل کو لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا رکھا تھا۔

حکومت فرانس کی ایما پر شاہ مراکش نے بھی اپنے ملک کے دروازے امیر عبدالقادر پر بند کر دیئے۔ اس طرح مجبور ہو کر 1847ء میں امیر عبدالقادر نے اس شرط پر صلح کر لی کہ امیر کو مع اہل و عیال اسکندریہ جانے کی اجازت دے دی جائے۔ حوالگی کے بعد معاہدے کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے فرانسیسی فوجی افسر امیر عبدالقادر کو طولون لے گئے اور فرانس میں نظر بند کر دیا۔ 1852ء میں نپولین سوم نے امیر کو رہا کر دیا اور انہوں نے پہلے بروسہ، پھر دمشق میں سکونت اختیار کی۔ زندگی کے باقی ایام وہیں گزار کر مئی 1883ء میں وفات پائی۔

مسالی حج

بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں الجزائر کی تحریک آزادی اور قومی جدوجہد کا دوسرا دور شروع ہوا جسے سماجی اصلاحات اور پرامن سیاسی جدوجہد کا دور کہا جاتا ہے۔ الجزائر کے ایک مزدور رہنما مسالی حج نے 1924ء میں ''النجم الافریقۃ الشمالی'' کے نام سے ایک مزدور تنظیم قائم کی جس نے جلد ہی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت نے 1936ء میں یہ جماعت توڑ دی۔ مسالی حج نے اس کے فوراً بعد ''الجزائر کے عوام کی پارٹی (پی پی اے)'' کے نام سے ایک نئی پارٹی قائم کر لی۔ یہ پارٹی ایک ایسی الجزائری ریاست کی حکومت تھی جو اپنی روح میں خالص اسلامی ہو لیکن قیادت مزدور طبقہ کرے۔ اس بات کا کیمونزم کے نظریات سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مسالی حج شعلہ بیان خطیب تھے۔ اُن کو 1941ء میں فرانسیسی حکومت نے بغاوت کے جرم میں سولہ سال کی سزائے قید دی تھی۔ اب اُن کی یہ نئی پارٹی بھی توڑ دی گئی۔ پی پی اے کا علماء، طلبہ اور خواتین پر خاص اثر تھا۔ مسالی حج کو 1943ء میں معاف کر دیا گیا، لیکن 1946ء کے اواخر تک وہ یا تو جلاوطن رہے یا فوج کی نگرانی میں رہے۔ اس کے بعد وہ رہا کر دیئے گئے۔ انہوں نے 1947ء میں ایک نئی جماعت ''ایم ایل ٹی ڈی'' قائم کی یعنی جمہوری آزادیوں کی فتح کی تحریک۔

مسالی حج کی قائم کردہ ''ایم ایل ٹی ڈی'' اگرچہ الجزائر کی سب سے بڑی اور فعال جماعت تھی، لیکن ملک میں اُس وقت تک مسلمانوں کی کئی اور جماعتیں اور تنظیمیں قائم ہو گئی تھیں۔ اِن میں سے ایک تنظیم ''حزب منشور الجزائر'' تھی، جس کو 1943ء میں فرحت عباس نے قائم کیا تھا۔ یہ جماعت ''فرانسیسی یونین'' کے اندر رہتے ہوئے الجزائر کو خودمختار جمہوریہ بنانا چاہتی تھی۔ بعد میں اِس جماعت کا نام ''جمہوریہ اتحاد مسلمانانِ الجزائر'' ہو گیا۔

جمعیۃ العلماء الجزائر

الجزائر کی ایک اور اہم تنظیم ''جمعیۃ العلماء الجزائر'' تھی، جسے 1929ء میں شیخ عبدالحمید بن بادیس نے قائم کیا تھا۔ وہ الجزائر کے ایک ممتاز عالم دین تھے۔ انہوں نے تیونس کی جامعہ زیتونیہ میں اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ بیس سال تک اپنے شہر میں درسِ قرآن دیتے رہے اور تفسیر بیان کرتے رہے۔ اُن کا درسِ قرآن اتنا جامع ہوتا تھا کہ تاریخ، فلسفہ اور قدیم و جدید علوم سب اِس دائرے میں آ جاتے تھے۔ اِس کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ طبقہ بھی اس میں دلچسپی لیتا تھا۔ جمعیۃ العلماء دینی اور معاشرتی اصلاح پر زور دیتی تھی۔ فرانس کی اسلام دشمن پالیسی کو بے نقاب کرتی تھی اور اپنا پیغام مدرسوں، کلبوں اور اخبارات و رسائل کے ذریعے پہنچاتی تھی۔ ہفت روزہ ''البصائر'' جو شہر طنجہ سے شائع ہوتا تھا، جمعیۃ العلماء کا ترجمان تھا۔ الجزائر کی تحریک آزادی میں اس جریدے کو وہی حیثیت حاصل ہے جو برعظیم پاک و ہند میں مولانا آزاد کے ''الہلال'' اور مولانا محمد علی جوہر کے ''کامریڈ'' کو حاصل تھی۔ سیاسی اعتبار سے جمعیۃ العلماء الجزائر کی آزادی اور شمالی افریقہ کے دوسرے ممالک سے اتحاد کے لیے کوشش کرتی تھی۔ جمعیۃ العلماء نے الجزائر میں اسلامی ثقافت و تہذیب کو زندہ رکھا، اور شمالی افریقہ میں اسلامی ثقافت کے دو بڑے مراکز یعنی جامع زیتونیہ اور جامع قروین سے قریبی رابطہ اُستوار رکھا۔ جمعیۃ الجزائر کی آزادی (1962ء) سے قبل 125 دینی مدرسے اور ایک ثانوی مدرسہ ''ادارہ بن بادیس'' چلاتی تھی۔

نیشنل لبریشن آرمی

فرانسیسی استعمار کے خلاف جنگِ آزادی کا آغاز کرنے والے مجاہدین کی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ انہوں نے 1945ء میں پہلی بار فرانسیسی افواج پر گوریلا طرز پر حملوں کا آغاز کیا، لیکن باقاعدہ جنگ کا آغاز نومبر 1954ء سے ہوا۔ نیشنل لبریشن آرمی کے حملوں کو فرانسیسی افواج نے بہت شدت سے کچل دیا، لیکن یہ جنگ آزادی اور حریت کی جنگ تھی، رُک نہ سکی۔ پہلے پہل گوریلا مجاہدین نے پہاڑی علاقوں اور گھنے جنگلات کو اپنا مرکز بنایا، جہاں وہ اپنی خفیہ پناہ گاہوں میں حملوں کے بعد پناہ لیتے تھے۔ رفتہ رفتہ گوریلا کارروائیوں کا دائرہ سارے الجزائر میں پھیل گیا۔

مجاہدین فرانس کے فوجیوں کے علاوہ اُن الجزائری لوگوں کو نشانہ بناتے تھے جو فرانسیسی سامراج کی حمایت کرتے تھے۔ فرانسیسی افواج جدید اسلحے سے پوری طرح لیس ہونے کی وجہ سے مجاہدین کی بڑی کامیابی کی راہ میں رکاوٹ بنتی رہیں، لیکن جنگ نے الجزائر کو فرانس کے لیے ویت نام بنا دیا تھا۔ عالمی برادری فرانس پر سیاسی دباؤ ڈال رہی تھی اور مطالبہ کر رہی تھی کہ الجزائر سے فرانس اپنی فوجوں کو واپس بلائے۔ وسط 1956ء میں جنگ میں فرانس کا پلڑا بھاری تھا۔ فرانس نے مزید افواج اور اسلحہ الجزائر بھیج دیا تھا۔ ایک منظم فوجی منصوبے کے تحت بڑے بڑے شہروں، قصبوں اور علاقوں میں فرانسیسی افواج نے تمام اہم تنصیبات پر قبضہ کر لیا۔ مواصلات کے مرکز اُن کے قبضے میں تھے۔ جگہ جگہ مسلح دستے گشت کرتے۔ اس طرح ہر علاقے میں فرانسیسی افواج نے مرکزیت قائم کر کے مجاہدین کی سرگرمیوں کو کسی قدر روک دیا تھا۔ اس کا حل مجاہدین نے یہ نکالا کہ وہ شہروں میں اچانک حملے کرتے اور افواج کو نقصان پہنچا کر غائب ہو جاتے۔ شہروں میں اُن کی حمایت میں اضافہ ہو رہا تھا۔ عام شہری فوجیوں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے اور جب بھی موقع ملتا، اُن کے خلاف مجاہدین کو مکمل امداد فراہم کرتے تھے۔

فرانس نے مجاہدین کی نئی حکمتِ عملی کو ناکام بنانے کے لیے جبر و تشدد کا راستہ اختیار کیا۔ دارالحکومت الجزیرہ میں شدید ترین جنگ بھی اس دور کا واقعہ ہے۔ اِس شدید خونی معرکے سے یہ اندازہ ہو گیا کہ ''نیشنل لبریشن آرمی'' اس قدر مستحکم و مضبوط نہیں ہے کہ فرانس کی جوابی کارروائی کا مقابلہ کر سکے۔ الجزائر کے سیاسی رہنماؤں فرحت عباس اور بالخصوص مسالی حج نے تمام آزادی پسند گروپوں اور جتھوں کو ملا کر ایک نئی تنظیم این ایل ایف (نیشنل لبریشن فرنٹ) یعنی ''محاذِ قومی آزادی'' قائم کی۔ 1956ء میں تمام گروپوں، متوسط طبقے اور مذہبی گروپوں نے اپنی اپنی جماعتیں ''محاذ'' میں مدغم کر دیں۔

1956ء میں محاذ نے ''جمہوریہ الجزائر کی عبوری حکومت'' کے نام سے تیونس میں حکومت قائم کر دی جو ''جی پی آر اے'' کے مخفف نام سے عالمی سیاسی دنیا میں مشہور ہوئی۔ ایک دواساز اور مجاہدین کے ایک سرگرم گروپ کے سابق سیکرٹری جنرل یوسف بن خدہ کو 1960ء میں ''محاذ'' کا صدر بنایا گیا۔ وہ محاذ کا صدر دفتر الجزیرہ لے آئے۔

1958ء میں فرانسیسی افواج نے سرحدیں مکمل طور پر بند کر کے مجاہدین کے ٹھکانوں کو ایک ایک کر کے نشانہ بنانا شروع کیا۔ اِن ٹھکانوں کے درمیان مواصلات کے نظام کو ختم کرنے پر خصوصی توجہ دی گئی۔ اِس پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ مجاہدین کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا جائے۔ تاہم اِن رکاوٹوں کے باوجود مجاہدین نے ایک بار پھر محدود حملوں کا راستہ اختیار کیا۔

اس مرتبہ الجزائری خواتین نے بھی مجاہدین کا ساتھ دیا اور خود فوجی وردی پہن کر میدانِ جنگ میں اُتر آئیں۔ فرانسیسی افواج نے خواتین پر ظلم ڈھائے، لیکن اب جنگِ آزادی اپنے عروج پر تھی۔ ایک بہادر مسلمان لڑکی جمیلہ بوہائرد الجزائر کی حرمت بن گئی۔ فرانسیسی فوج نے اُسے گرفتار کر کے 1958ء میں کورٹ مارشل میں پیش کیا۔ اُس نے اپنے بیان میں جس جرأت سے جو سنہری الفاظ استعمال کیے، وہ الجزائر کی تاریخ کا مستقل حصہ بن چکے ہیں۔ جمیلہ نے فرانسیسی افواج کے کمانڈر سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''ہاں یہ سچ ہے، میں اپنے ملک سے محبت کرتی ہوں۔ میں اپنے ملک کو اپنی زندگی میں آزاد دیکھنا چاہتی ہوں۔ اور اسی مقصد کی خاطر، ہاں صرف اسی مقصد کی وجہ سے تم لوگوں نے مجھ پر تشدد کیا ہے اور تم میری جان لینے پر تلے ہوئے ہو۔ لیکن یاد رکھو، جب تم ہمیں قتل کرتے ہو تو دراصل اپنے ملک کی آزادی کو قتل کرتے ہو، اُس کی عزت کو داغ دار کرتے ہو اور اس کے مستقبل کو خطرے میں ڈالتے ہو۔''

(جاری ہے)

صوفی کونسل: ایجنڈا کیا ہے؟

فرقان دانش خان

حال ہی میں پاکستانی حکمرانوں نے صوفی کونسل کی بنیاد رکھی ہے' جس کے مقاصد میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ یہ کونسل ''صوفی کلچر'' کو فروغ دے گی' اسلام اور مغرب کے درمیان خلیج کو دور کرے گی' انتہا پسندی کا خاتمہ اور اسلام کے سوفٹ امیج یعنی روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو نمایاں کرے گی۔

یہ کونسل دراصل اسی امریکی ایجنڈے کا حصہ ہے جو واشنگٹن سے اسلام آباد تک اور کابل سے بغداد تک نہایت سرگرمی سے جاری و ساری ہے۔ اس امریکی مہم کا مقصد مسلمانوں کے دینی حمیت و غیرت کے جذبات کو سرد کرنا ہے تاکہ ان شیطانی ایجنٹوں کو کھل کھیلنے کا موقع مل سکے۔ چنانچہ پہلے مسلمان کی اس دینی غیرت کو دہشت گردی کا نام دے کر قابل نفرت بنانے کی کوشش کی گئی۔ اس کے بعد روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے عنوان سے مغرب کے بے حیا کلچر کو عام کر کے ان جذبات کو سرد کرنے کی سازش کی جا رہی ہے۔

افسوس! موجودہ پاکستانی حکمران امریکہ کی آنکھ کا تارا بننے کی خاطر شاہ سے بڑھ کر شاہ کی وفاداری کا دم بھرنے کی بھرپور سعی میں لگے ہوئے ہیں۔ موسم بہار آئے تو قوم کو بسنت جیسے ہندووانہ تہوار میں مشغول ہونے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ مغربی کلچر کو فروغ دینے کے لیے کبھی مخلوط میراتھن ریس کروائی جاتی ہے تو کبھی روشن خیالی کے نام پر ناچ گانے کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ نصاب تعلیم سے جہادی آیات اور نظریۂ پاکستان کو کھرچ کر سمجھا جا رہا ہے کہ یہ ملک وملت کی بہت بڑی خدمت ہے۔ تحفظ حقوق نسواں کے نام پر جو بل منظور کیا گیا ہے' حقیقت میں وہ فروغ بے حیائی بل ہے' جس کا ثبوت یہ ہے کہ اس بل کی منظوری کے بعد پنجاب پولیس کو حکومت کی طرف سے ہدایت جاری کی گئی ہے کہ زنا بالرضا پر کوئی کارروائی نہ کی جائے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ یہ سب کچھ اسلام کے نام پر کیا جا رہا ہے۔

اب بے حیائی اور فحاشی کو صوفی ازم کے نام پر عام کرنے کے لیے صوفی کونسل قائم کی گئی ہے۔ یہ تجویز بھی امریکہ ہی سے درآمد شدہ ہے' کیونکہ کچھ عرصہ قبل امریکی ادارے رینڈ کارپوریشن نے اپنی ایک رپورٹ میں انتہا پسندوں کا توڑ کرنے کے لیے صوفی ازم کے فروغ کی ضرورت پر زور دیا تھا۔ حکمران سمجھتے ہیں کہ صوفی ازم شرعی قیود سے آزادی کی راہیں کھولنے اور دینی پابندیوں کو ختم کرنے کا نام ہے۔ انہیں شاید معلوم نہیں کہ صوفی ازم دنیا پرستی' حرص و ہوس' لذات طلبی سے پرہیز' تعلق مع اللہ' تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کا وسیلہ ہے۔ بہت سے صوفیائے کرام اپنے اپنے وقت کے مجاہد اور جہاد و قتال کے علمبردار تھے۔ حکمرانوں نے اگرچہ تلبیس ابلیس کے مصداق صوفی ازم کو غلط رنگ دینے کی تدبیر کی ہے اور صوفی ازم کے نام پر اسلام آباد اور لاہور میں راگ رنگ کی محفلیں سجا کر اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن ان کی یہ تدبیر بھی ناکامی سے دوچار ہوگی اور ''مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے'' کے مصداق یہ نام نہاد صوفی کونسل اہل ایمان کے لہو کو گرمانے کا ذریعہ بنے گی۔

> صوفی ازم شرعی قیود سے آزادی کی راہیں کھولنے اور دینی پابندیوں کو ختم کرنے کا نام نہیں بلکہ دنیا پرستی' حرص و ہوس' لذات طلبی سے پرہیز' تعلق باللہ' تزکیۂ نفس اور اصلاح باطن کا وسیلہ ہے

حکمرانوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ نظریۂ پاکستان اور اسلام سے غداری پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے مترادف ہے۔ ہوسکتا ہے کہ صدر مشرف اور ان کے ہمنوا یہ سب کچھ اپنے تئیں اس مجبوری کے تحت کر رہے ہوں کہ امریکہ جیسی سپر پاور کی اطاعت کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔ حالانکہ اللہ کی طاقت سب سے سپریم ہے اور اس کی تائید و نصرت حاصل کر کے زمینی سپر پاور کے غرور کو خاک میں ملایا جا سکتا ہے۔ اللہ کو ناراض کر کے کسی دنیوی طاقت کو خوش کرنے کے لیے اپنے پاؤں پر کلہاڑا مارنا یا اسی شاخ کو کاٹنا جس پر آشیانہ ہو' کہاں کی عقلمندی ہے۔

مسلمانوں کے لیے اپنے دین سے بڑھ کر کوئی پناہ گاہ نہیں ہوسکتی۔ اگر سنگاپور جیسا ملک ایشیائی کلچر کے تحفظ کے لیے ڈش انٹینا پر پابندی اور مغربی رسائل کا کوٹہ مقرر کر سکتا ہے' فرانس اور امریکہ میں فلموں کے تبادلے پر مذاکرات ہو سکتے ہیں تو اسلامی جمہوریہ پاکستان اپنے دین' اپنی مذہبی روایات کی حفاظت اور ملک کی بقاء و استحکام کی خاطر بے حیائی اور فحاشی کے فروغ سے انکار کیوں نہیں کر سکتا۔ ○○

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ حلقہ سرحد جنوبی سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم جناب نور محمد سید کے والد وفات پا گئے۔

☆ حلقہ بالائی سندھ کے بزرگ ملتزم رفیق سعید الدین صدیقی انتقال کر گئے۔

☆ تنظیم اسلامی سرگودھا کے سابقہ امیر خدا بخش اعوان کی بیٹی قضائے الٰہی سے وفات پا گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی سرگودھا کے ملتزم رفیق زاہد سلیم کی والدہ انتقال کر گئیں۔

☆ حلقہ پنجاب غربی کے معتمد محمد اکرم اعوان کے برادر نسبتی دار فانی سے کوچ کر گئے۔

☆ حلقہ پنجاب غربی کے نائب امیر پروفیسر خان محمد کے بڑے بھی وفات پا گئے۔

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے مبتدی رفیق شہزاد شفیع کی بھابھی کا انتقال ہو گیا۔

☆ گوجرہ میں مقیم رفیق تنظیم گلزار احمد پاشا کی والدہ انتقال کر گئیں۔

قارئین ندائے خلافت سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللھم اغفرلھم وارحمھم وحاسبھم حساباً یسیرا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس

(2) عربی گرامر کورس (I'II'III)

(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

تواضع اور تکبّر

رشید ارشد

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتٌ يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ))

(مسند احمد۔ علامہ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے)

”لوگوں پر عنقریب دھوکے کے سال آئیں گے۔ سچے کی تکذیب اور جھوٹے کی تصدیق کی جائے گی، خائن کو امین گردانا جائے گا اور امین کو خائن۔“

ایک دوسری روایت میں ”سیاتی علی الناس“ کی بجائے ”بین یدی الساعۃ“ کے الفاظ اور ایک روایت میں ”امام الدجال“ یعنی قیامت سے پہلے یا دجال سے پہلے کے الفاظ ہیں۔ شخص دجال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے کب ظہور کرے گا لیکن بلاشبہ ہم ایک دجالی عہد میں زندہ ہیں۔ متذکرہ بالا روایت کے مطابق اقدار الٹ رہی ہیں۔ ایک حدیث کے مطابق معروف منکر بن رہا ہے اور منکر معروف۔ مولانا تھانوی نے بہت پہلے اس کا ادراک کرتے ہوئے لکھا تھا:

”اور ایک غلطی خاص یہ کی جاتی ہے کہ بعض اخلاق حمیدہ و ذمیمہ کی فہرست میں خلط کر دیا گیا ہے۔ بعض ایسے اخلاق کو اچھا نام رکھ کر حمیدہ قرار دیا گیا ہے جو اپنی حقیقت کے اعتبار سے ذمیمہ ہیں اور بعض کو بالعکس۔ چنانچہ قسم اول میں سے ایک وہ ہے، جس کا نام اعزاز کہا گیا ہے اور حقیقت اس کی کبر ہے... اسی طرح قسم ثانی یعنی وہ بعض اخلاق جن کو ذمیمہ میں داخل کیا ہے اور وہ واقعہ میں حمیدہ ہیں۔ ان بعض میں سے ایک... تواضع ہے، جس کو دنائت و خساست سے نامزد کرتے ہیں۔“

(الانتباہات المفیدہ)

تواضع اپنی تذلیل کیے بغیر انکسار کے جذبے کا اظہار ہے۔ اپنی تذلیل کرنا مکر اور ناشکری ہے، نفس کے حق کو پامال کرنا ہے اور مدار تعظیم کو گرا دینا ہے۔ جس آدمی میں اپنے نفس کی تعظیم نہیں ہے وہ کسی بھی چیز کی تعظیم کے قابل نہیں رہتا۔ تواضع نام ہے دوسرے آدمی کو اٹھانے کا نہ کہ اپنے آپ کو گرانے کا۔ تعظیم نفس جب اعتدال پر ہو تو تواضع کہلاتی ہے، جب تفریط کا شکار ہو تو اذلال نفس اور جب افراط میں ہو تو تکبر کہلاتی ہے۔

عربی کا محاورہ ہے کہ ”بضدھا تتبین الاشیاء“۔ اس اصول کے مطابق تواضع کو اس کے ضد سے بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ تواضع کا ضد تکبر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے تکبر کی خود وضاحت کر دی۔ آپؐ نے کبر کی مذمت میں جب یہ فرمایا کہ وہ آدمی جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے ذرے کے برابر بھی کبر ہو تو لوگ گھبرا گئے۔ ایک صاحب نے آپ ﷺ سے پوچھا، آدمی یہ چاہتا ہے کہ اس کا کپڑا اچھا ہو، اس کا جوتا اچھا ہو تو کیا یہ بات بھی کبر میں داخل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں، اللہ خود جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے، بلکہ کبر تو یہ ہے کہ انسان حق کے مقابلے پر اکڑے اور لوگوں کو حقیر جانے۔“ (رواہ البخاری)

تواضع اپنی تذلیل کیے بغیر انکسار کے جذبے کا اظہار ہے۔ تواضع نام ہے دوسرے آدمی کو اٹھانے کا نہ کہ اپنے آپ کو گرانے کا

کبر کی بدترین قسم یہ ہے کہ انسان اپنے اندر کوئی خوبی محسوس کرے اور اس کی نسبت اللہ کی طرف کرنے کی بجائے اپنی ذات کی طرف کرے۔ تکبر کی یہ قسم انسان کو کفر و شرک تک پہنچا دیتی ہے۔ قارون کا دعویٰ ”اِنَّمَا اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ“، سورۃ الکہف میں دو اشخاص کے ذیل میں اپنے تکبر کے بعد یہ کہنا کہ ”يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا“ اور سورۃ القلم میں باغ والوں کا یہ کہہ کر پچھتانا کہ ”اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ“ اسی کے مظاہر ہیں۔

تکبر کی دوسری قسم وہ ہے جس میں انسان یہ مانتے ہوئے کہ یہ سب کچھ اللہ کی عطا ہے، اپنے آپ کو افضل سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر گردانتا ہے۔ یہاں ایک بات کی وضاحت ضروری ہے۔ کوئی شخص بغیر کسی کی تحقیر و توہین کرتے ہوئے یہ گمان کرتا ہے کہ فلاں فلاں معاملات میں مَیں بہتر اہلیت رکھتا ہوں اور دوسروں سے زیادہ استعداد رکھتا ہوں تو یہ کبر نہیں، یہ بیان واقعہ ہے۔ لیکن وہ امور جو اخلاقی ہیں اور جس میں انسان کا اللہ سے تقرب ظاہر ہوتا ہے، ان معاملات میں اپنے آپ کو افضل گردانا کبر کی علامت ہے۔ گویا اپنے آپ کو افضل جاننا بغیر کسی کو حقیر سمجھتے ہوئے بھی اس لیے غلط ہے کہ یہ ”علم“ نہیں ہے۔ یہ بات کہ میں اللہ کے نزدیک زیادہ مقرب و محترم ہوں اس کا علم یقینی نہیں ہے اور بغیر کسی سند کے اپنے آپ کو بہتر سمجھنا گمان کی پیروی ہے۔ کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر آپ اس کے بارے میں ہلکی رائے قائم کر رہے ہوں حالانکہ آپ کو کیا معلوم کہ وہ اللہ کے نزدیک کیا مقام رکھتا ہے۔ (عسیٰ ان یکونوا خیرا منھم)۔

مولانا تھانوی کہا کرتے تھے کہ میں ہر مسلمان کو اپنے سے افضل سمجھتا ہوں حالاً اور ہر کافر کو احتمالاً۔ مسلمان کو تو اس لئے افضل سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمان ہے اور صاحب ایمان ہے، کافر کو اس وجہ سے کہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ایمان کی توفیق دے دے، اور وہ مجھ سے آگے بڑھ جائے۔ یہاں ہمیں اس حدیث کو بھی سامنے رکھنا چاہئے جس میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ انسان اہل جنت کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب تقدیر اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ شخص اہل جہنم کا سا عمل کر کے جہنم میں چلا جاتا ہے۔ اور ایک شخص اہل جہنم کے سے عمل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جہنم کے درمیان ایک ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے کہ کتاب تقدیر اس پر غالب آ جاتی ہے اور وہ شخص اہل جنت کا سا عمل کر کے جنت میں چلا جاتا ہے (رواہ البخاری)۔ ہمیں کیا معلوم کہ ہمارا انجام لازماً خیر پر ہوگا اور جس کو اس کی بداعمالی کی وجہ سے حقیر گردان رہے ہیں اس کا خاتمہ بالخیر ہو، کہ بہرحال ”الاعمال بخواتیمھا“۔ اگر ہم یہ بات پیش نظر رکھیں تو یہ ہمارے اندر تواضع کا باعث بنے گی۔

امام غزالیؒ جو بلاشبہ اسرار نفس کے اماموں میں سے ہیں، انہوں نے کبر کے حوالے سے بہت عمدہ بحثیں کی ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم ایک آدمی کو کسی خاص حوالے سے الزام دیتے ہیں اور پھر اس کی تمام خوبیوں سے صرف نظر کر لیتے ہیں۔ امام صاحب کے ساتھ بھی لوگوں نے یہی ظلم ڈھایا ہے۔ احادیث کے نقل کرنے میں چونکہ امام صاحب بے احتیاطی برت جاتے تھے، اس وجہ سے لوگ ان کی کتاب احیاء علوم الدین کو اٹھا کر ایک طرف رکھ دیتے ہیں، حالانکہ اس میں انتہائی عمدہ مباحث ہیں، خاص طور پر وہ مقامات جہاں وہ خود سے نفسی احوال پر گفتگو کرتے ہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ فرد کا اپنے ذاتی تزکیے کی طرف دھیان دینا ایک صوفیانہ بلکہ سوقیانہ بات سمجھی جاتی ہے۔ بنیادی اخلاقی اوصاف کے حصول اور مہلک رذائل سے رستگاری کو یہ کہہ کر کم اہم بنا دیا جاتا ہے کہ اسلام

خطرے میں ہے' طاغوت ننگا ناچ کررہا ہے اور فلاں صاحب خانقاہی طریقوں کی طرف دعوت دے رہے ہیں' حالانکہ ان دو معاملات میں باہمی تناقض (trade off) نہیں ہے۔ جن لوگوں میں تزکیۂ نفس اور اصلاحِ طبیعت ہی کا خیال نہ ہو وہ طاغوت کو کیونکر چیلنج کرسکیں گے۔ حد تو یہ ہے کہ وہ ادارہ جو اس کام کیلئے مخصوص تھا کہ لوگوں کی نفسی بیماریوں کو دور کرنے میں ان کی اعانت کرے وہ بھی اب ان بنیادی بحثوں سے خالی ہے۔ تصوف کے مروجہ حلقے الا ماشاءاللہ یا تو اوراد و مراقبات کی طرف متوجہ ہیں یا پھر ان میں سارا زور شیخ کے ساتھ ایک خاص طرح کا ادب و آداب ملحوظ رکھنے پر ہے۔

امام غزالیؒ نے کبر کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ اوّل اللہ پر تکبر کرنا اور یہ تکبر کی سب سے بُری قسم ہے۔ اس کی وجہ محض جہالت و سرکشی ہے' جیسے نمرود و فرعون کا کبر۔ تکبر کی دوسری قسم رسولوں پر تکبر کرنا ہے۔ ہر قوم کے سرداروں نے اسی وجہ سے نبیوں کا انکار کیا کہ اپنے جیسے ایک بشر کا اتباع کرنا ان پر شاق تھا۔ تیسری قسم بندوں پر تکبر کرنا ہے، اپنے نفس کو بڑا جاننا، دوسروں کو حقیر سمجھنا۔ یہ قسم اگرچہ پہلی اور دوسری قسم سے کم ہے تاہم دو وجوہ سے بہت بُری ہے۔ وجہ اوّل تو یہ ہے کہ کبر و عظمت مالک برحق قادر مطلق کو ہی زیبا ہے۔ (**الکبر ردائی و العظمة ازاری**) بندہ جو مملوک اور ضعیف و عاجز ہے اور کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا اس کو کبر سے کیا کام۔ یہ صفت چونکہ خاص اللہ کی ہے اس لئے بظاہر تو آدمی کسی عام فرد پر تکبر کررہا ہوتا ہے لیکن حقیقتاً وہ اللہ سے تنازعہ کررہا ہے اور جو اللہ سے تنازعہ کرے گا اللہ اس کو جہنم میں جھونک دیں گے (**فمن نازعنی واحدا منهما قذفته فی النار**)۔ دوسری وجہ جس سے کی بنا پر کبر عیب ہے وہ یہ ہے کہ اس کے باعث اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت ہوتی ہے' کیونکہ متکبر آدمی جب حق کی بات کسی بندے سے سنتا ہے تو تکبر کی بنا پر اس کو نہیں مانتا اور انکار پر مستعد ہوجاتا ہے۔ اس لیے جو لوگ دینی مسائل میں مناظرہ کرتے ہیں تو دعویٰ یہی کرتے ہیں کہ ان کی بحث صرف احقاقِ حق اور دریافت کے لئے ہے مگر پھر انکار متکبروں کا سا کرتے ہیں۔ اگر ایک کی زبان پر حق جاری ہوجاتا ہے تو دوسرا نہیں مانتا اور اس کے جھٹلانے اور رد کرنے کا بہانہ تلاش کرتا ہے کہ کسی دھوکے سے اس کو طرف مخالف پر مشتبہ کردے اور یہ عادت کافروں اور منافقوں کی ہے۔ (احیاء العلوم بتصرف و تلخیص)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے کبر کی تعریف میں فرمایا کہ کبر حق کو جھٹلانے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا نام ہے۔ اس تعریف کے آئینے میں اگر ہم ان لوگوں کا عکس دیکھیں جو خدمتِ دین کے مدعی ہیں تو حالات کافی دگرگوں نظر آتے ہیں۔ ہر گروہ نے اپنے لئے خدمت دین کے جس شعبے کا انتخاب کیا ہے' الا ماشاءاللہ اس کو دین کا کُل کام قرار دینے پر مصر ہے۔ ہر گروہ یہی دعویٰ کررہا ہے کہ ہم ہی ہیں جو نبیوں والا کام کررہے ہیں۔ ہمارا تصورِ دین ہی کامل ہے۔ ہم جو کام لے کر اٹھے ہیں وہی حق ہے اور باقی سب اگر باطل نہیں تو شبہ باطل ضرور ہے۔ ایک متواضع آدمی کی طرح دین کی خدمت کرنا، یہ سمجھنا اور دل سے سمجھنا کہ ہم پورے دین کے تنہا نمائندے نہیں ہیں، ہم اپنی دانست کے مطابق دین کی خدمت کے بہت سے کاموں میں سے ایک یا بعض اہم تر کام بجا لا رہے ہیں، مختلف حلقے کے پیشواؤں اور متبعین کے لئے باور کرنا بہت ہی دشوار ہوگیا ہے۔

اسی کبر ہی کا ایک مظہر ہے حق کے آگے اکڑنا۔ ہر حلقے کے نمائندے دوسرے حلقے پر بے تکلف تنقید کرتے نظر آئیں گے، نہ صرف حکمت عملی یا طریقہ کار پر بلکہ اشخاص پر ذاتی حملوں سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ بر سر منبر دوسروں کی تحلیل نفسی کرتے ہوئے ان کی نیت کی تحقیق کی جائے گی اور اس سارے عمل کو خیر خواہی کا نام دیا جائے گا۔ اس کے برعکس ان کی اپنی کاوش پر اگر تنقید ہو یا کسی غلط تفہیم پر سنجیدگی کے ساتھ علمی انداز میں توجہ دلائی جائے تو اس کے بارے میں کہا جائے گا کہ دیکھئے دین کی خدمت کرنے والوں پر گویا دین پر تنقید کی جارہی ہے۔ قرآن مجید ہمیں تطفیف سے منع کرتا ہے۔ ہمارے لینے اور دینے کے باٹ مختلف نہیں ہونے چاہئیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ہم اپنی فکر اور حکمت عملی پر جو ہماری مستنبط کردہ ہے اور براہ راست وحی کی بنیاد پر اختیار نہیں کی گئی اتنے حساس ہیں کہ اس کے بارے میں کوئی تنقید سننے کے لئے تیار نہیں جب کہ دوسروں کے کام پر تنقید کو اپنی دینی ذمہ داری سمجھتے ہیں؟ کیا کبر کے علاوہ کوئی اور شے ہے؟ اگر ہم دینی خدمت کے کسی عمل میں شریک ہیں اور کسی اہل علم کی طرف سے ہمارے تصور دین یا طریقہ کار پر کچھ سوالات اٹھائے جاتے ہیں تو ہمیں فکر مندی کے ساتھ اس کی بات سننی چاہیے اور اس آدمی کو اپنا محسن سمجھنا چاہیے۔ سیدنا عمرؓ کا یہ قول کہ (**رحم الله من اهدی الی عیوبی**) (سنن الدارمی) یعنی ''اللہ اس شخص پر رحم کرے جو مجھے میرے عیوب سے مطلع کرتا ہے''۔ یہ کوئی نمائشی جملہ نہیں تھا، ان حضرات نے زندگیاں اس میں گزاری ہیں۔ ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہیے کہ اس دنیا میں ہم نہ صرف عمل کے امتحان میں ڈالے گئے ہیں بلکہ علم کے امتحان میں بھی مبتلا کیے گئے ہیں۔ اللہ کے ہاں جاکر ہمارا یہ عذر کام نہیں دے گا کہ ہم تو اخلاص کے ساتھ اس کام میں لگے ہوئے تھے۔ ہمارا محاسبہ ہمارے علمی رویوں پر بھی ہوگا۔ ہمیں اس موضوع پر سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔ صحابہ کرامؓ کا معمول یہ تھا کہ کہ وہ اپنی کسی خیالی و موہوم برائی کے تصور سے بھی کانپ جاتے تھے۔ جب سیدنا حنظلہؓ کو اپنے بارے میں نفاق کا شبہ ہوا اور سیدنا ابوبکرؓ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے یہ نہیں کہا کہ بے فکر ہوجاؤ! ہم' آپ اور نفاق؟ یہ کیسے ممکن ہے! جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی حقیقی و واقعی کوتاہیوں پر بھی مطمئن ہیں۔

تکبر اور تواضع اصلاً نفسی کیفیات ہیں لیکن ان کے مظاہر خارج میں بھی پائے جاتے ہیں۔ کبر کا ایک مظہر منہ کا پھلانا ہے۔ اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ ایک اکڑ کر چلنا ہے۔ اس کی بھی ممانعت ہے ﴿وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا﴾ (لقمان:18)۔ اسی طرح اپنے ازار کو تکبر و غرور کے ساتھ لٹکانا اس کی بھی سخت ممانعت آئی ہے۔ (**من جر ثوبه خیلاء لم ینظر الله الیه یوم القیامة**) (رواہ البخاری)۔ اسی طرح ہر وہ لباس جس میں فخر و غرور کا پہلو ہو اس سے روکا گیا، سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع کیا گیا' کیونکہ یہ بھی تفاخر کا باعث بنتے ہیں۔

ہمارے اکابر نے جب تکبر پر بحث کی ہے تو اس کے ساتھ عُجب کا بھی ذکر کیا ہے۔ امام غزالی نے 'ربع المھلکات' میں جو باب باندھا ہے اس کا عنوان 'ذم العجب والکبر' ہے۔ اسی طرح 'منھاج القاصدین' میں امام ابن جوزی نے بھی کبر و عُجب کو اکٹھا بیان کیا ہے۔ عُجب یہ ہے کہ آدمی کو اپنا آپ خوش آنے لگے، اپنی شکل و صورت، اپنی صلاحیت و استعداد اور اپنے علم پر ناز ہوجائے۔ عُجب اور کبر میں ایک فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ عجب اس وقت بھی ممکن ہے جب آدمی دنیا میں تنہا ہو' کوئی اس کے ہمراہ نہ ہو جبکہ کبر کسی کے مقابل میں کیا جاتا ہے۔ ایک روایت میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص عمدہ لباس پہنے، بودے جمائے اتراتا چلا جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا اور وہ قیامت تک اسی طرح زمین میں دھنستا رہے گا (بخاری)۔ اس بات کو ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ عُجب مادہ کبر ہے۔ عُجب کے بغیر کبر کا مرض لاحق نہیں ہوسکتا۔ عُجب میں اپنی انفرادیت سے تسکین ملتی ہے جبکہ کبر میں اپنی بڑائی کے تصور سے تسکین حاصل ہوتی ہے جو دوسروں کی تحقیر پر استوار ہے۔

بندے کا بنیادی حال تواضع ہے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفت کبریائی ہے۔ انسانوں کا ہر وصف تواضع کی بنیاد پر ہے۔ اللہ کی ہر صفت کبریائی کی شان کے ساتھ ہے۔ ہم انسان اگر رحیم و شفیق ہیں تو یہ رحمت و شفقت ایک عاجز و بے بس اور متضرع بندے کی رحمت ہے جبکہ اللہ کی رحمت و شفقت ایک متکبر و متعال کی رحمت و شفقت ہے۔ ہمارے ہاں ولایت کا تصور ہماری کمزوری سے پھوٹتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بھی ولی ہیں لیکن کسی ضعف و احتیاج کی وجہ سے نہیں (**ولم یکن له ولی من الذل و کبره تکبیرا**)

✪✪ ضرورت رشتہ ✪✪

☆ ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی طالبہ' رفیقہ تنظیم اسلامی جن کے والد انڈین (راجپوت کرنالی) اور والدہ مہاجر ہیں' تعلیم ایم اے' عمر 28 سال کے لئے دینی مزاج کا حامل رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 042-6948701
موبائل: 0321-2093506

☆ 26 سالہ دوشیزہ' تعلیم ایم اے اکنامکس کے لئے دینی مزاج کے حامل برسر روزگار نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 042-5860631

☆ بیٹا' حافظ قرآن' (بھائیوں کے ساتھ) مشترکہ کاروبار' تعلیم ایف اے + دو سالہ دینی تعلیم کا کورس' تعلق ارائیں فیملی کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ مطلوب ہے۔
برائے رابطہ: 0301-3097594

مسلمانوں سے تاریخ کا ایک سوال

زمرد نقوی

23 دسمبر کو امریکہ ایران کے خلاف سلامتی کونسل سے پابندی کی قرارداد منظور کرواتا ہے اور اس کے فوراً بعد صرف ایک ہفتے کے اندر یعنی 30 دسمبر 2006ء کو صدام کو پھانسی دے دی جاتی ہے۔ مقصد یہ تھا کہ خوف پیدا کر کے ایران کو مسلم دنیا خاص طور پر مشرق وسطیٰ کے عوام کی (امریکہ کے خلاف نفرت کی صورت میں) حمایت اور ہمدردی سے محروم کر دیا جائے۔ امریکی شرپسندی کی ٹائمنگ اور منصوبہ بندی ملاحظہ فرمائیں کہ ایران کو صدام کی پھانسی میں فریق بنا کر مسلم دنیا کے غصے اور نفرت کا (اپنے آپ کو بچا کر) رخ موڑ دیا...... ہے نا کمال کی بات...... امریکہ کی اس چالاکی اور تخریب کاری میں کوئی بہت بڑی حکمت عملی کارفرما نہیں تھی' اس نے صرف مسلمانوں کے صدیوں پرانے سنی شیعہ تضادات کو استعمال کیا اور اس سلسلے میں اسے کوئی بڑی جدوجہد نہیں کرنی پڑی۔ باقی کام مسلم دنیا نے امریکہ کی حسب خواہش خود ہی کر دیا۔ امریکی تخریب کاری اور ہماری بے وقوفی کو سلام۔

صدام کو گرفتار کرنے' قید میں رکھنے اور اس کے خلاف عدالتی سٹیج سجانے میں ایران کا کوئی ہاتھ تھا نہ ہی اس کو پھانسی دینے میں اس کا عملی کوئی کردار' لیکن امریکی صیہونی عالمی میڈیا صدام کی پھانسی کی خبروں کو مسلسل اسی انداز اور رنگ میں پیش کرتا رہا جو سنی شیعہ فرقہ واریت کے تناظر میں جلتی پر تیل کا کام دے۔ مقصد یہ ہے کہ امریکہ ایران پر حملہ کر کے مشرق وسطیٰ کی تشکیل نو کا منصوبہ عمل میں لائے تو اسلامی جہادیوں سے ممکنہ خطرات آڑے نہ آئیں۔ عالمی میڈیا امریکہ کے قبضے میں ہے' جب اصل حقیقت سامنے آتی ہے تیر کمان سے نکل کر ایسی تباہی کر چکا ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس ماضی کی طرح کف افسوس ملنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا۔ تین جنوری کو ایرانی صدر احمدی نژاد نے صدام کی پھانسی کو مغرب کی سازش سے تعبیر کیا۔ لیکن امریکہ سنی شیعہ یکجہتی پر بھرپور وار کر چکا ہے۔ اب یہ وقت بتائے گا کہ مسلمان جانبر ہوتے یا ماضی کی طرح (79ء میں) امریکی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں' جب سنی مسلم دنیا اور خلیج کی بادشاہتیں امریکی سامراج کی سازش کا شکار ہو کر دامے درمے سخنے خم ٹھونک کر ایران کے خلاف کھڑی ہو گئی تھیں۔ امریکیوں نے صدام کو بلاوجہ تین سال قید میں نہیں رکھا۔ صدام کو سزائے موت کے بجائے عمر قید کا جھانسہ دے کر اس سے وہ راز اگلوا لیے جو عرب ممالک کی کمزوریوں' دفاعی رازوں اور تحریک فلسطین کے حوالے سے بڑے اہم تھے۔ اب ان رازوں کو مناسب موقع پر بلیک میلنگ کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ اطلاعات کے مطابق صدام حسین نے قید کے آخری ایام میں امریکہ کو یہ مشورہ بھی دیا تھا کہ ایرانی انقلاب اور اس کی فوجی قوت کو تباہ کر دینا چاہیے ورنہ مستقبل قریب میں ایران کا اثر و رسوخ خطے میں امریکی مفادات کا خاتمہ کر کے اسرائیل کی بقا کو خطرے سے دوچار کر دے گا۔ صدام نے اپنے چالیس سالہ بالواسطہ اور بلاواسطہ دور حکمرانی میں امریکہ سمیت تمام اہم طاقتوں کے اہم رازوں تک رسائی حاصل کر لی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امریکیوں نے صدام کو گرفتاری کے بعد فوراً ہلاک نہیں کیا۔ پھانسی سے صرف دو ماہ پہلے صدام کے خلاف زہریلی گیسوں سے کردوں کو ہلاک کرنے کا مقدمہ دائر کیا گیا جب کہ 1988ء میں کرد اور 1991ء میں شیعوں کی بغاوت کو کچلنے کے لیے جو قتل عام کیا گیا تھا' اس کے مقدمات جنوری 2007ء میں دائر کرنے کا منصوبہ تھا' لیکن ان بھیانک ترین جرائم کے مقدمات کا مسودہ

> امریکی طویل عرصے سے مشرق وسطیٰ کے تشکیل نو کے منصوبے پر کام کر رہے تھے جس کا آغاز انہوں نے عراق سے کر دیا ہے۔ ہم اس سارے عمل کو انتہائی سطحی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

تک سامنے نہیں آنے دیا گیا۔ کیونکہ امریکہ خود ان سنگین جرائم میں ملوث تھا۔ اپنا پول کھلنے کے ڈر سے اور اپنے چہرے سے انسانیت کا نقاب اترنے سے بچنے کے لیے ان تمام مقدمات کی کارروائی مکمل ہونے سے پہلے ہی صدام کو (نسبتاً ایک چھوٹے جرم میں) پھانسی دے دی گئی۔ امریکی اخلاقی پستی کی انتہا ہے کہ پھانسی گھاٹ پر جہاں پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا' ایک سازش کے تحت موبائل ویڈیو بنانے والوں کا جم غفیر تھا' پھر اس ویڈیو فلم کو سرکاری اور غیر سرکاری طور پر ریلیز کر کے کئی گھنٹوں پھانسی کا یہ منظر دنیا کو دکھا کر تاریخ میں انوکھی مثال قائم کی گئی۔

عراق کے چند روزہ ایڈمنسٹریٹر گارنر نے قبضے کے بعد عراقی افواج کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے پچاس ہزار ملازمین کو برخواست کرنے اور ان اداروں کی بندش پر احتجاج کیا تھا' جہاں ہزاروں عراقی کام کرتے تھے۔ انہوں نے سابق امریکی وزیر دفاع رمزفیلڈ کی توجہ اس ہولناک حقیقت کی طرف دلائی تھی کہ اس طرح ریاستی ڈھانچہ درہم برہم ہو گا اور سیکیورٹی کا بحران اور خلا پیدا ہو جائے گا۔ رمزفیلڈ نے گارنر کی طویل تقریر سننے کے بعد استہزائیہ انداز اور بے تاثر پراسرار لہجے میں جواب دیا: "اب کچھ نہیں ہو سکتا' جو ہونا تھا ہو چکا۔ جو فیصلہ ہو گیا' اسے بدلا نہیں جا سکتا"۔ حقیقت میں امریکی طویل عرصے سے مشرق وسطیٰ کے تشکیل نو کے منصوبے پر کام کر رہے تھے جس کا آغاز انہوں نے عراق سے کر دیا ہے۔ ہم اس سارے عمل کو انتہائی سطحی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ کسی فاتح کا مفتوح ملک کے ریاستی ڈھانچے کو مکمل طور پر تباہ و برباد کر دینا' اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہوتا ہے لیکن امریکی عراقی سرزمین کو اپنے طویل المیعاد منصوبوں کے لیے ایک ٹیسٹ کیس کے طور پر استعمال کر رہے ہیں۔ امریکیوں کے اصل عزائم جاننے کے لیے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد سینئر بش کا کویت پر حملے کا جائزہ لینا ضروری ہے ورنہ ہم اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے رہ جائیں گے۔ اس حکمت عملی کا اصل آغاز افغانستان آمد پر ہوا۔ یہ اس کھیل کی ابتدا تھی اور اس طرح 79ء کا سال عالمی تاریخ میں ایک فیصلہ کن موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔

امریکی برطانوی تھنک ٹینکوں نے اکیسویں صدی میں آخر مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے میں کامیابی حاصل کر کے اس جنگ کو نظریاتی اور صلیبی رنگ دے دیا ہے۔ مغرب امریکہ کی سربراہی میں اپنے طے شدہ اہداف اور منصوبے کی تکمیل کے راستے پر بڑی تیزی سے گامزن ہے۔ مغربی دنیا نے پوری دنیا سے تسلیم کروالیا ہے کہ مسلمان بحیثیت قوم بے لچک اور انسانیت کے خلاف ایک ایسا خطرہ ہیں جن کا سدباب اور قلع قمع کیے بغیر جدید تہذیب خطرے سے دوچار رہے گی۔ ان کے پالیسی سازوں کے بقول مسلم "دہشت گردوں" کے خلاف یہ جنگ ایک نوبل کاز کے طور پر جدید تہذیب کے علمبرداروں کو اگلی کئی دہائیوں اور نسلوں تک بھی لڑنی پڑے تو بھی ضرور لڑنا چاہیے۔ حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ دہشت گرد مسلمان نہیں' دہشت گرد تو حقیقت میں وہ مغربی اقوام ہیں جنہوں نے سامراجی بھیس میں صدیوں سے مسلمانوں کے ہر قسم کے حقوق غصب کر رکھے ہیں۔ مسلمان تو محض اپنے حقوق کو بازیافت کرنے کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ بہرحال اب مسلمانوں کا شعور اس سطح پر پہنچ گیا ہے جہاں صدیوں سے مسلط سامراجیوں کا ہر قسم کا دھوکہ' فریب ناکام اور اُن کا اصل چہرہ بے نقاب ہو گیا ہے۔ امریکی سامراج نے مسلمانوں کی معاشی و سیاسی آزادی کی جنگ کو دہشت گردی قرار دے کر مغربی دنیا اور اپنے اتحادیوں کو اس کے خلاف کھڑا کر دیا ہے۔ جنرل مشرف نے فرقہ واریت کے حوالے سے وارننگ دی ہے کہ مسلم دنیا بحران کی طرف بڑھ رہی ہے۔ اس ضمن میں فرقہ واریت کی روک تھام اور امن عامہ کے حوالے سے حال ہی میں اعلیٰ سطحی اجلاس کی صدارت اور اہم اقدامات کا اعلان یہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکی بہت جلد پاکستان سمیت مشرق وسطیٰ کو سنی شیعہ فرقہ واریت کے شعلوں میں غسل دینے والے ہیں...... اس مرحلے پر مسلمانوں کو اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تاریخ کے اس اہم موڑ پر وہ شعوری یا لاشعوری طور پر کہیں امریکی سازش کی تکمیل میں مددگار بننے تو نہیں جا رہے۔ (بشکریہ: روزنامہ "ایکسپریس")

☆ دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہونے کے باوجود مسلمان کیوں کمزور ہیں؟ ☆ بہت سے مسلمان فرائض ادا نہیں کرتے‘ کیا ایسے لوگ واقعی مسلمان ہیں؟

☆ کیا قرآن مجید اور سائنس میں اختلاف ہے؟

☆ طواف کعبہ اور حجر اسود کے بوسہ دینے کی بنا پر بعض غیر مسلموں کا اصرار ہے کہ اسلام میں بھی پتھروں کی پوجا کی جاتی ہے‘ ہم انہیں کیا جواب دیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: پوری دنیا میں مسلمانوں کی حالت کمزور کیوں ہے؟ جبکہ وہ دنیا کی کل آبادی کا پانچواں حصہ ہیں۔ (نصیر الدین)

ج: مسلمانوں کی کمزور حالت کی بہت سی وجوہ ہیں۔ مسلم دنیا میں بہت سی معاشرتی خرابیاں پروان چڑھ رہی ہیں جو مسلمانوں کو کمزور‘ منتشر اور مفلس و محکوم بنا رہی ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی کے مقصد کو نہیں جانتے۔ ان میں سے اکثر سطحی طور پر مسلمان ہیں۔ یعنی انفرادی سطح پر ایسے عقائد سرایت کر گئے کہ اسلام کی اصل روح مسخ ہو کر رہ گئی جبکہ اجتماعی سطح پر دین کے نفاذ کا تصور ختم ہو کر رہ گیا۔ ہم یہ کہتے تو ہیں کہ قرآن حکیم زندگی بسر کرنے کا مکمل ضابطہ ہے‘ جو کہ بالکل درست ہے لیکن خود ہم اس قرآن سے فائدہ اٹھانے کو تیار نہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ”ہم“ خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

اللہ تعالیٰ نے قرآن اُتارا ہی اس لیے ہے کہ اسے انفرادی و اجتماعی زندگی پر نافذ کیا جائے‘ تا کہ انسانی زندگی اس آسمانی ہدایت سے روشنی حاصل کر سکے۔ یہ روشنی بے شک انسانی زندگی کو خوشیوں سے بھر دے گی۔ نبی اکرم ﷺ کے ایک فرمان کے مفہوم کی رُو سے مسلمانوں کی کمزوری کی وجہ ”دنیا کی محبت اور موت کا ڈر“ ہے۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں کی ترقی اسلامی تعلیمات پر کاربند ہونے میں پنہاں ہے۔

س: بعض غیر مسلموں کا اصرار ہے کہ اسلام میں بھی پتھروں کی پوجا ہوتی ہے۔ اس دعوے کے حق میں وہ یہ دلیل لاتے ہیں مسلمان خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں‘ اور حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں۔ ہم انہیں کیا جواب دیں؟ (محمد ادریس)

ج: اس قسم کا بے سر و پا الزام عائد کرنے والوں کو اسلامی عبادات کا بنیادی فہم حاصل نہیں ہے۔ اسلام میں اللہ کے سوا کسی کی عبادت کا تصور نہیں۔ ہم خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں‘ لیکن یہ سب کچھ اللہ کے لیے کرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ خانہ کعبہ ہمیں کسی نوعیت کا فائدہ یا نقصان پہنچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ اسی طرح ہم حجر اسود کو بوسہ دیتے ہیں‘ لیکن اگر کوئی مسلمان اپنی پوری زندگی میں حجر اسود کو ایک بار بھی بوسہ نہ دے سکے تو اس کے ایمان میں کوئی فرق نہ پڑے گا‘ کیونکہ وہ محض ایک پتھر ہے۔ ہم اسے بوسہ صرف اسی لیے دیتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے بھی اسے بوسہ دیا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب نے ایک بار حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا تھا: ”میں جانتا ہوں تو محض ایک پتھر ہے‘ جو کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی نہ بوسہ دیتا۔“

س: کیا اسلام سائنس کا مخالف ہے؟ کیا قرآن مجید اور سائنس میں اختلاف ہے؟ (عبد القادر)

ج: سائنس حقائق کی دریافت کا علم ہے‘ لیکن چونکہ یہ انسانی صلاحیتوں اور ذرائع پر انحصار کرتی ہے‘ اس لیے اس کا میدان محدود ہے۔ اگرچہ حالیہ برسوں میں سائنس کے میدان میں بہت ترقی ہوئی ہے‘ لیکن ہر دور میں نئی تحقیق اور مسلسل تبدیلی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سائنس‘ علم کی آخری حد نہیں ہے۔ اسی طرح کوئی سائنسی دلیل یہ دعویٰ نہیں کرتی کہ ہمیں صرف ان چیزوں پر ایمان رکھنا چاہیے جو مادی وجود رکھتی ہیں اور جن کو ہم اپنے حواس یا آلات کی مدد سے محسوس کر سکتے ہوں۔ مثلاً کسی کے درد کو تا حال محسوس کیا یا ناپا نہیں جا سکتا۔ سائنس بہت سے مابعد الطبیعات حقائق کا انکار نہیں کرتی‘ لہٰذا سائنس اور اسلام میں کوئی اختلاف نہیں بلکہ سائنس اللہ کو پہچاننے میں انسان کی بڑی مددگار ثابت ہو سکتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہمیں بار بار دعوت دی گئی ہے کہ ہم دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں اور اپنے آپ پر غور کریں۔ یہ اس لیے کہ ہم اگر دنیا کا منطقی استدلالات کی بنیاد پر جائزہ لیں تو اسی نتیجے پر پہنچیں گے کہ کوئی مقتدر طاقت ہے جو پوری کائنات کو چلا رہی ہے اور اس کے وجود کو برقرار رکھے ہوئے ہے۔ اس کے علاوہ یہ طاقت منصف‘ مہربان‘ رحم دل اور کائنات کی چھوٹی سے چھوٹی چیز سے باخبر ہے۔

س: بہت سے مسلمان فرائض ادا نہیں کرتے مثلاً نماز‘ روزہ وغیرہ۔ کیا یہ واقعی مسلمان ہیں۔ براہ کرم مسلم اور مومن کے درمیان فرق سے بھی آگاہ کیجئے۔ (نفیسہ بی بی)

ج: جب کوئی فرد مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اور اپنے اسلامی فرائض ادا نہ کرے یا وہ کام کرے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو ایسی صورت میں دو امکانات ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ غیر ذمہ داری اور لاپروائی کی بنا پر ہو‘ دوسرے یہ کہ اس شخص میں ایمان کی کمی ہو۔ (زیادہ گہرائی میں جا کر دیکھیں تو نظر آئے گا کہ یہ دونوں بھی اصلاً ایک ہی ہیں) ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں کلمہ گو شخص مسلمان نہیں ہے جب تک کہ اس کے عقیدے میں کوئی شے اسلام کے مسلمات کے خلاف نہ معلوم کر لیں‘ یا عبادات اور معاملات میں سے کسی مسلمہ امر سے نظری انحراف کا ثبوت نہ مل جائے۔ ایسا شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہو‘ اور جس میں انحراف کی متذکرہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جاتی ہو‘ مرنے کے بعد مسلمانوں کے ساتھ دفنایا جائے گا۔ اسی طرح دنیا میں اسے مسلمانوں کے تمام قانونی حقوق حاصل ہوں گے۔ البتہ اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں اس شخص کے قلبی یقین اور ایمان کی بنیاد پر سزا و جزا کا فیصلہ فرمائیں گے۔

مسلم اور مومن کا فرق یہ ہے کہ مسلمان عام ہے اور مومن خاص۔ مسلمان کے معنی ہیں اطاعت کرنے اور جھک جانے والا‘ جبکہ مومن کا مطلب ہے یقین کرنے والا۔ جو شخص سچا مسلمان ہوتا ہے‘ وہ اپنی زندگی کے ہر گوشے میں اسلام پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے‘ اخلاص کے ساتھ عمل اسے حقیقی ایمان تک پہنچا دیتا ہے۔ بہرحال زبان سے اسلام کا دعویٰ کرنے والا مسلمان ہے‘ جبکہ اللہ تعالیٰ پر یقین کامل اور دینی حقائق پر قلب کی گہرائیوں سے یقین رکھنے اور احکام الٰہی کی حتی الوسع پابندی کرنے والا مومن کہلاتا ہے۔

کالم ”تفہیم المسائل“ میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

امیر حلقہ پنجاب جنوبی کی رفقاء سے ملاقات

امیر حلقہ پنجاب جنوبی جناب سعید اظہر عاصم نے گزشتہ دنوں رفقائے تنظیم سے رابطوں کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں 3 دسمبر 2006ء بروز اتوار تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے اسرہ گلگشت کے رفقاء کو امیر حلقہ کی رہائش گاہ پر مدعو کیا گیا۔ اس پروگرام میں تنظیم اسلامی کے امیر پروفیسر محمود الٰہی چوہدری کے علاوہ نقیب اسرہ ندیم احمد ملک اور چار رفقائے تنظیم نے شرکت کی۔

محفل کا آغاز امیر حلقہ کے مختصر درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ المائدہ کی آیات 54 تا 56 کی روشنی میں فرمایا کہ جو لوگ اپنے دینی فرائض کے ضمن میں کوتاہی اور سستی کا مظاہرہ کرتے ہیں اُن کے اس جرم کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ انہیں ذلت و رسوائی سے دوچار کر دیتا ہے اور ان کی جگہ ایسے لوگوں کو لے آتا ہے جو اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے کام کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہیں اور اقامتِ دین کی جدوجہد میں سستی، کوتاہی اور غفلت کو اپنے اوپر طاری نہ ہونے دیں۔

درس کے بعد امیر حلقہ نے رفقاء کو تنظیمی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی۔ انہوں نے خاص طور پر ہدایت کی کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ روابط کو مضبوط بنائیں تاکہ غیر فعال رفقاء کو بھی تنظیمی سرگرمیوں میں فعال بنایا جاسکے نیز اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کہ رفقاء کے آپس میں گھرانوں کی سطح پر بھی تعلقات قائم ہوں تاکہ ہمارے بیوی بچے بھی تنظیمی فکر سے آگاہ ہوں اور اسرہ اپنے اصل معنی یعنی گھرانہ کا نمونہ بن جائے۔

امیر حلقہ کے ساتھ رفقاء کی یہ ملاقات نماز ظہر تک جاری رہی۔ کھانے کے بعد یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ رفقاء نے اس ملاقات کو بہت مفید قرار دیا اور اس سلسلے کو جاری رکھنے پر اتفاق کیا۔ (مرتب: ندیم بیگ)

تنظیم اسلامی ملتان کی شب بیداری اور ایک روزہ اجتماع

16 دسمبر 2006ء بروز ہفتہ الھدیٰ مسجد شاہ رکن عالم کالونی ملتان میں تنظیم اسلامی نیو ملتان کے زیر اہتمام شب بیداری کا پروگرام ہوا۔ بعد نماز مغرب محمد سلیم اختر نے درس قرآن دیا۔ جس میں نبی اکرم ﷺ کی مقصد بعثت کے حوالہ سے گفتگو ہوئی۔ درس قرآن کے بعد مجاہد امین نے درس حدیث دیا۔ بعد ازاں جناب عبدالرؤف اخوانی نے سیرت صحابہؓ میں سے حضرت عمرو بن العاصؓ کی سیرت کا مطالعہ کروایا اور صحابیٔ رسول ﷺ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ نماز عشاء ساڑھے ساتھ بجے ادا کی گئی۔ نماز کے بعد بانیٔ تنظیم اسلامی جناب ڈاکٹر اسرار احمد کے درس (بذریعہ ویڈیو) کا پروگرام ہوا۔ یہ درس سورۃ الفاتحہ کی آیت نمبر 4 کے حوالے سے لفظ ''عبادت'' کی وضاحت پر مشتمل تھا۔ اس پروگرام میں تقریباً 70 کے قریب افراد شریک ہوئے۔ اجتماعی کھانے کے بعد آرام کا وقفہ ہوا۔ صبح پونے چار بجے رفقاء کو تہجد کے لئے جگایا گیا۔ انفرادی نوافل و تلاوت قرآن کے بعد نماز فجر ادا کی گئی۔ آٹھ بجے ناشتہ دیا گیا۔

شب بیداری کا پروگرام ختم ہو گیا۔ اب ایک روزہ اجتماع کے سلسلہ میں ملتان کی تینوں تنظیم اور اسرہ ملتان کینٹ کا ایک مشترکہ پروگرام ہوا۔ تنظیم کے رفقاء 9 بجے الھدیٰ مسجد میں پہنچے۔ اس پروگرام میں تنظیم اسلامی نیو ملتان نے میزبانی کا شرف حاصل کیا۔ پروگرام کی ابتداء میں پچھلے چھ ماہ میں نئے شامل ہونے والے رفقاء، امراء تنظیم اور نقباء کا تعارف ہوا۔ تعارف سے قبل ڈاکٹر طاہر خاکوانی نے سورۃ المائدہ کی آیات 55 اور 56 کے حوالہ سے درس قرآن دیا۔ رفقاء کے تعارف کے بعد جناب عابد حسین نے بیعت فارم کا مطالعہ کرایا اور دینی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے اجتماعیت کی اہمیت کو واضح کیا اور بیعت کے مفہوم کو بیان کیا۔

ساڑھے دس بجے چائے کا وقفہ ہوا۔ وقفہ کے بعد جناب عبدالرؤف اخوانی نے درس حدیث دیا۔ اس کے بعد جناب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی نے دستور میں سے شق نمبر 10 ''ذاتی تنقید و محاسبہ اور اختلاف رائے'' سے متعلق رفقاء کو آگاہ کیا۔ بارہ بجے جناب انجینئر محمد عطاء اللہ نے حالات حاضرہ پر مذاکرہ کرایا، جس میں خصوصی طور پر حقوق نسواں بل پر گفتگو ہوئی۔ بل کے بعض پہلوؤں پر دوسرے رفقاء نے بھی گفتگو کی۔

نماز ظہر اور کھانا کے وقفے کے بعد جناب سلیم اختر نے دینی فرائض کا جامع تصور اور منہج انقلاب نبوی ﷺ کا خلاصہ بیان کیا۔ ان کا یہ مفصل خطاب ایک گھنٹہ پر مشتمل تھا۔ پروگرام کے آخر میں محمد عطاء اللہ نے دینی فرائض کے حوالہ سے رفقاء سے مختلف سوالات کئے اور باہمی سوال و جواب کے ذریعے فکر تنظیم میں مزید پختگی پیدا کی۔ نماز عصر کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔ اس پروگرام میں تقریباً 50 رفقاء شریک ہوئے۔ (رپورٹ: سعید اظہر عاصم)

امیر حلقہ لاہور کی ایک سالہ کورس کے شرکاء سے ملاقات

امیر حلقہ لاہور نے 19 دسمبر بروز منگل بعد نماز عشاء قرآن اکیڈمی لاہور میں ایک سالہ کورس پارٹ I اور پارٹ II کے طلبہ سے ملاقات کی۔ اس پروگرام کا آغاز بعد نماز عشاء تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ امیر حلقہ نے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ آپ نے دینی تعلیم کے لئے اتنا وقت نکالا۔ لیکن یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ یہ جتنی بڑی خوش نصیبی ہے اتنی ہی بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ آپ نے جو علم یہاں سے حاصل کیا پھر اس کو آگے پھیلانا بھی ہے یعنی ع جن کے رتبے ہیں سوا ان کی سوا مشکل ہے۔ اس کے بعد کورس کے طلبہ نے نام، تعلیم، رہائش، تنظیم میں کب شامل ہوئے کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ امیر حلقہ نے طلبہ کے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ (رپورٹ: محمد یونس)

حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

مرکز کی جانب سے دیئے گئے پروگرام کے مطابق حلقہ سندھ زیریں کے زیر اہتمام 21 دسمبر 2006ء کو نام نہاد تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کے خلاف پریس کلب کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرہ کا آغاز سہ پہر تین بجے ہوا۔ رفقاء بینرز اور پلے کارڈ لے کر کھڑے ہو گئے۔ تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ عامر خان، انجینئر نعمان اختر، انجینئر نوید احمد اور طارق پیرزادہ نے اپنے اپنے خطاب میں اسلام کے معاشرتی نظام بالخصوص ستر و حجاب کے احکام اور جرم زنا کی شناعت کے حوالے سے گفتگو کی اور واضح کیا گیا کہ غیر اسلامی تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کی مختلف دفعات سے خواتین کے حقوق کا تحفظ نہیں بلکہ ان کا استحصال ہوگا۔ دوسرے یہ کہ اس سے وطن عزیز میں، جو پہلے ہی عریانی و فحاشی کی زد میں ہے، عریانیت میں مزید اضافہ ہوگا۔

مقررین نے کہا کہ اسلام کے نام پر حاصل کئے گئے ملک میں تحفظ حقوق نسواں ایکٹ کی منظوری عالمی طاغوتی ایجنڈے کا نقطۂ آغاز ہے، جس کا مقصد دنیا سے اسلامی تہذیب اور معاشرت کا خاتمہ ہے۔ انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ ملک کے تمام مکاتب فکر کے علماء کی جانب سے ایکٹ کو خلاف قرآن و سنت قرار دینے کے باوجود حکومت اس پر مصر ہے کہ یہ ایکٹ عین اسلامی ہے۔ حالانکہ جس طرح ایک عالم دین یا کوئی بھی دوسرا شخص فوجی حکمت عملی کے بارے میں اپنی رائے فوج کے کمانڈر انچیف پر نہیں تھوپ سکتا، اسی طرح دین و شریعت سے بے خبر کوئی فوجی یا سیاستدان دینی معاملات میں اپنی رائے علماء پر نہیں تھوپ سکتا ہے۔ عوام کو چاہئے کہ وہ اس سلسلے میں چلائی جانے والی علماء کی تحریک کا بھرپور ساتھ دیں تاکہ حکومت کو یہ ایکٹ واپس لینے پر مجبور کیا جاسکے۔

اس دوران پریس فوٹو گرافرز مظاہرہ کے تصویریں بناتے رہے۔ صحافیوں کو پریس ریلیز کی کاپیاں مہیا کی جاتی رہیں۔ رفقاء پریس کلب کی آس پاس کی سڑکوں پر نسواں ایکٹ کی خلاف اسلام شقوں پر مشتمل ہینڈ بل بھی عوام میں تقسیم کرتے رہے۔ تقریباً چار بجے سہ پہر انجینئر نوید احمد کی دعا پر یہ مظاہرہ اختتام کو پہنچا۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیری کوشش کو قبول فرمائے اور اُسے نجات اخروی کا باعث بنائے۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

لاہور: نئے شامل ہونے والے رفقاء سے تعارف کی محفل

حلقہ لاہور میں نئے شامل ہونے والے رفقاء کے امیر حلقہ لاہور سے تعارف کی غرض سے ایک پروگرام 24 دسمبر 06ء بروز اتوار صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز

قرآن مجید کی تلاوت و ترجمہ سے ہوا۔ یہ سعادت تجمل حسن میر نے حاصل کی۔ اس پروگرام کو معتمد حلقہ محمد یونس نے کنڈکٹ کیا۔ انہوں نے اس پروگرام میں امیر حلقہ کی عدم شرکت کے حوالے سے رفقاء کو بتایا کہ امیر حلقہ شیخوپورہ گئے ہوئے ہیں' کیونکہ وہاں رفیق تنظیم عبدالرحمٰن صدیقی کی والدہ کا انتقال ہوگیا' لہٰذا وہ اس پروگرام میں شریک نہیں ہوسکے۔ اس کے بعد رفقاء نے نام، تعلیم، پتہ، رہائش، تنظیم میں کب شامل ہوئے اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور تنظیم اسلامی سے تعارف کیسے ہوا' کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ یہ پروگرام بڑا ولولہ انگیز رہا۔ اس کے بعد رفیق تنظیم تجمل حسن میر نے ملٹی میڈیا کی مدد سے رفیق تنظیم کے دس بنیادی فرائض، ذاتی احتسابی یادداشت اور رجسٹریشن نمبر کی بڑی عمدگی سے وضاحت کی اور تنظیم اسلامی کے Logo کا بھرپور تعارف کرایا۔ نیز نقشہ کی مدد سے تنظیم اسلامی حلقہ لاہور میں شامل مقامی تنظیم اور منفرد اسرہ جات کا تعارف بھی ہوا۔ اس کے بعد محمد یونس نے تنظیم اسلامی کی مرکزی ٹیم اور نظام مشاورت کے حوالے سے تنظیم اسلامی میں موجود مختلف فورم کا تعارف بھی کرایا' انہوں نے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کا تفصیلی تعارف کرایا۔ نیز تبدیلی امارت کے حوالے سے رفقاء کو بریفنگ دی۔

سورۂ حم السجدہ کی آیات 30 تا 36 کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان آیات میں استقامت کے لفظ میں جو قیامت چھپی ہے وہ آج کے حالات میں خوب نظر آتی ہے۔ دعوت کے کام اور تربیت گاہوں میں شرکت کے حوالے سے رفقاء کی توجہ مبذول کراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپ جلد از جلد مبتدی تربیت گاہ میں شرکت کے لئے وقت نکالیں' تاکہ آپ پر تنظیم اسلامی کی فکر مزید واضح ہو سکے' اور جو کچھ آپ نے ابھی تک سمجھا ہے اس کو اپنے گھر والوں، دوستوں، عزیزوں میں پھیلانا شروع کر دیں۔ اس کے بعد احمد سہیل قریشی نے دینی فرائض کے جامع تصور پر چارٹ کی مدد سے آدھ گھنٹہ گفتگو کی۔ بعد از نماز ظہر اجتماعی کھانے پر یہ پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد یونس)

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

21 دسمبر 2006ء کو تنظیم اسلامی بلوچستان کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ کیا گیا۔ الحمدللہ' مرکز سے موصولہ ہدایات کے مطابق مجوزہ مظاہرے کے لئے بروقت تیاری کر لی گئی تھی۔ رفقاء و احباب کو وقتاً فوقتاً مظاہرے میں شرکت کے لئے ترغیب و تشویق دی جاتی رہی۔ مظاہرے سے دو دن پہلے کوئٹہ شہر میں پانچ ہزار کی تعداد میں ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے (عنوان تھا: اسلامی معاشرتی اقدار) اور تقریباً 20 عدد پلے کارڈز تیار کروائے گئے۔

مقررہ تاریخ کو رفقاء و احباب نماز عصر سے پہلے دفتر حلقہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد امیر حلقہ نے مظاہرے سے متعلق ہدایات دیں۔ رفقاء و احباب پلے کارڈز اٹھائے ہوئے پریس کلب پہنچے اور وہاں تقریباً 15 منٹ تک کھڑے رہے۔ اس کے بعد منان چوک پہنچے' آخر میں میزان چوک گئے۔ وہاں 20 منٹ تک مظاہرہ کیا گیا۔ نماز مغرب سے چند منٹ پہلے یہ مظاہرہ ختم ہوا۔ قریب ہی مسجد میں نماز مغرب ادا کی گئی۔ نماز کے بعد اجتماعی دعا کی گئی اور مظاہرہ کامیاب ہونے پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ ناظم سٹی اور پریس کلب کو قبل از وقت اطلاع کر دی گئی تھی۔ اس مرتبہ انتظامیہ نے رکاوٹ نہیں ڈالی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مظاہرہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

(رپورٹ: محمد راشد گنگوہی)

حلقہ پنجاب جنوبی کا وہاڑی میں مظاہرہ

مورخہ 21 دسمبر 2006 بروز جمعرات تنظیم اسلامی وہاڑی کے زیر اہتمام فحاشی و عریانی کے خلاف پرامن مظاہرہ ہوا۔ حلقہ کے امیر اور معتمد حلقہ 20 دسمبر کو ظہر دو بجے وہاڑی پہنچے۔ امیر حلقہ نے مرکز وہاڑی میں مظاہرہ کے انتظامات کا جائزہ لیا' اور نماز عصر کے بعد تنظیم اسلامی وہاڑی کے نقباء وہاڑی تنظیم سے ان کے گھروں پر ملاقات کی۔ رات کا قیام ڈاکٹر مظہر الاسلام کے گھر پر ہوا۔ نماز فجر کے بعد امیر حلقہ نے مدنی مسجد شرقی کالونی میں 25 منٹ کا درس قرآن دیا۔ جس میں آپ نے موجودہ دور کے فتنوں اور بالخصوص فتنۃ النساء سے متعلق شرکاء کو آگاہ کیا۔

وہاڑی میں ہونے والے اس مظاہرے میں ملتان سے بھی تقریباً 54 رفقاء شریک ہوئے اور وہاڑی سے 30 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ مظاہرے سے قبل حلقہ کے دفتر کی طرف سے 16 ہزار ہینڈ بل چھپوا کر تنظیم اور منفرد رفقائے حلقہ کو ارسال کئے گئے۔

وہاڑی میں مظاہرہ کی اطلاع مقامی انتظامیہ اور اخبارات کو بذریعہ خطوط دی گئی۔ دفعہ 144 کی وجہ سے مظاہرہ کی ہیئت میں تبدیلی کی گئی۔ امیر حلقہ نے رفقاء کو خصوصی ہدایات دیں۔ ٹھیک سوا ایک بجے نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعد ازاں کھانا ہوا۔ رفقاء سوا دو بجے جناح روڈ پر پریس کلب کے سامنے پہنچے۔ انہیں تھوڑے سے فاصلہ پر چار چار کی ٹولیوں میں بینرز اور جھنڈے دے کر سڑک کے دونوں اطراف کھڑا کیا گیا۔ ساتھ ساتھ ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے گئے۔ ایسا اس لئے کیا گیا تاکہ دفعہ 144 کی خلاف ورزی سے بچا جا سکے۔ یہ مظاہرہ ساڑھے تین بجے تک جاری رہا۔ چار بجے نماز عصر مرکز تنظیم اسلامی وہاڑی میں ادا کی گئی۔ نماز کے بعد راؤ محمد جمیل اور سعید اظہر عاصم نے مظاہرے میں شریک رفقاء کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ ساڑھے چار بجے رفقاء نئے عزم کے ساتھ واپس اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوئے۔

(مرتب: شوکت حسین)

تنظیم اسلامی بہاولپور/بہاولنگر کے زیر اہتمام احتجاجی مظاہرہ

24 دسمبر فرید گیٹ بہاولپور میں تنظیم اسلامی کی جانب سے حکومت کے منظور کردہ تحفظ حقوق نسواں بل کے خلاف ایک پُرامن مظاہرے کا انعقاد ہوا۔ مظاہرین نے پلے کارڈ اور بینرز اٹھا رکھے تھے' جن میں حکومت سے مکمل اسلامی نظام کے نفاذ' عریانی و فحاشی کی روک تھام کے لئے قانون بنانے کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

مظاہرین سے خطاب کرتے ہوئے امیر حلقہ محمد منیر احمد نے کہا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ حکمرانوں کی جانب سے علماء کی توہین دراصل دین اسلام کی توہین ہے۔ انہوں نے کہا حکمران یہود و نصاریٰ کی اسلام دشمنی سے خوف زدہ ہو کر اپنی اسلامی پہچان ختم کرنا چاہتے ہیں' لیکن اس بزدلی نے انہیں اللہ کے غضب اور عذاب کا مستحق بنا دیا۔ نیز عوام کو بھی اللہ کے حضور توبہ کرنی چاہیے تاکہ ہمیں ایسے ناخلف حکمرانوں سے نجات مل سکے۔

مظاہرے کے اختتام پر بڑی تعداد میں ہینڈ بل تقسیم کیے گئے۔ جس میں پاکستانی قوم پر واضح کیا گیا کہ اگر ہمارے حکمرانوں نے اسلام سے پسپائی اور نام نہاد روشن خیالی کی ترویج کا سلسلہ ترک نہ کیا تو وطن عزیز کی بقا بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ لہٰذا وفاداران اسلام و پاکستان کو اپنی ذمہ داریوں کا ادراک ہونا چاہیے۔ اسلام اور پاکستان کے حق میں دعا کے بعد مظاہرین پُرامن طور پر منتشر ہو گئے۔

(رپورٹ: رفیق تنظیم)

بقیہ: اداریہ

ہمیں اُن کا غلام بنا دیا ہے۔ آمریت اور سیاسی عدم استحکام نے ہمارے اندرونی معاملات میں مداخلت کی راہ ہموار کی ہے۔ ہر آمر عوام سے خوفزدہ ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے گرد سیکیورٹی کے انتظامات کو سخت تر کرتا رہتا ہے۔ لہٰذا میراتھن ریس کے دوران تو چڑیا پر نہیں مارتی لیکن غنڈہ عناصر کے ہاتھوں عوام کے خون کا بہنا اب معمولاتِ زندگی میں سے ہے۔

صدر محترم! غور فرمائیں کہ آپ کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی خوبصورت اصطلاحوں میں الجھانے والے آپ کو ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرنے سے غافل تو نہیں کر رہے۔ اس لیے کہ ایک اسلامی ملک کا ایٹمی قوت ہونا اُن کے لیے ناقابل برداشت ہے۔ ہم نے سب سے پہلے پاکستان کا نعرہ لگا کر طالبان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا اور وہاں ایسی پاکستان دشمن حکومت قائم کروادی کہ جس سرحد پر فرنٹیئر فورس کے چند سو نوجوانوں سے کام چلا لیتے تھے' اب کئی ڈویژن فوج رکھنی پڑ رہی ہے۔ اُس پر بھی امریکہ یورپ اور افغان حکومت کی طرف سے الزامات کی بوچھاڑ بلاوقفہ جاری رہتی ہے۔ کنڈولیزا رائس کانگریس میں بیان دیتی ہیں کہ ہم پاکستان سے گاجر اور چھڑی کی پالیسی کے تحت ڈیل کر رہے ہیں، مزید یہ کہ امریکہ اور بھارت مل کر پاکستان کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے۔ صدر صاحب! گذشتہ سات سال پر نگاہ ڈالیں' روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نعروں نے ہمیں دنیوی لحاظ سے بھی ذلت و رسوائی کے سوا کیا دیا ہے۔ بدقسمت ہے وہ فرد، معاشرہ یا ریاست جو خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ سے دوچار ہو جائے۔

صومالیہ پر امریکی حملے

پچھلے چند دن میں بین الاقوامی اصول وقوانین کی دھجیاں اڑاتے ہوئے امریکا نے صومالیہ کی کئی جگہوں پر ہوائی حملے کیے ہیں۔ یہ حملے پیشگی حملے کی ''بش ڈاکٹرائن'' کے عین مطابق ہیں۔ امریکیوں کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے القاعدہ کے کارکنوں کو نشانہ بنایا ہے۔ ان میں وہ لوگ بھی شامل ہیں' جنہوں نے 1998ء میں کینیا اور تنزانیہ میں امریکی سفارت خانوں پر بم حملے کیے تھے۔

اب تک واضح اعداد وشمار سامنے نہیں آئے مگر یقین ہے کہ ان امریکی حملوں میں شہریوں سمیت لاتعداد افراد ہلاک ہو گئے ہیں۔ یورپی یونین نے ان حملوں کی مذمت کی ہے جبکہ اقوام متحدہ کے نئے سیکرٹری جنرل نے تشویش کا اظہار کیا ہے۔ اُسے خطرہ ہے کہ اس طرح علاقے میں امریکیوں اور صومالیوں کے درمیان مجادلہ بڑھ جائے گا۔

پچھلے ماہ صومالیہ کی عبوری حکومت کی فوج نے ایتھوپین افواج کے ساتھ صومالی دارالحکومت موغادیشو سے اسلام پسندوں کو نکال باہر کیا تھا اور اب تقریباً سارا جنوبی صومالیہ ان کے قبضے میں آ گیا ہے۔ مگر یہ فتح صومالیہ کے لیے سازگار ثابت نہیں ہوئی کیونکہ خطرہ ہے کہ یہ اسلامی ملک مزید افراتفری اور انارکی کا شکار نہ ہو جائے۔ اسلام پسندوں نے موغادیشو پر قبضہ کر کے وہاں امن وامان قائم کر دیا تھا اور عام لوگ اس امر پر خوش تھے۔ مگر ان کے جاتے ہی دوبارہ فائرنگ اور لڑائی جھگڑے معمول بن گئے ہیں۔ نئی حکومت نے کینیا کے ساتھ اپنی سرحد بند کر دی ہے جبکہ سمندر میں امریکی جہاز گشت کر رہے ہیں۔ مقصد یہی ہے کہ اسلام پسندوں کو کہیں سے امداد نہ مل سکے اور ان کی سرگرمیاں محدود ہو جائیں۔

مانا کہ امریکا کو صومالیہ کی عبوری حکومت اور امریکی فوجی امداد لینے والے ایتھوپیا کا تعاون حاصل ہے مگر افغانستان اور عراق کی صورت حال دیکھتے ہوئے امریکہ کی کامیابی انتہائی مشکل ہے۔ دونوں ممالک میں امریکی فوج کی بھاری موجودگی کے باجود ان کے مخالفین طاقت در ہو گئے ہیں اور اس پر مسلسل حملے ہو رہے ہیں۔ یہ امکان موجود ہے کہ صومالیہ میں امریکی عزائم خاک میں مل جائیں۔ اگر ملک میں فساد بڑھا تو وہ یقیناً پڑوسی ممالک میں پھیل جائے گا۔ اریٹیریا پہلے ہی امریکی حملوں سے ناراض ہے۔

امریکہ کے دہشت گردانہ رویے نے عالم اسلام اور مغربی حکومتوں کے مابین وسیع خلیج پیدا کر دی ہے جو عموماً امریکی اشاروں پر ہی ناچتی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر امریکا نے تشدد اور ہٹ دھرمی کا راستہ اپنائے رکھا تو اُس کے خلاف نفرت مزید بڑھے گی۔ صدر بش کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر انہوں نے سیاسی حل کے بجائے فوجی حل ہی سے رغبت رکھی' تو اس کا نتیجہ ہرگز امریکہ کے حق میں نہیں نکلے گا۔

جرمنی میں اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا

جرمن وزارت داخلہ کے بیان کے مطابق جرمنی کی عیسائی کیونٹی میں اسلام قبول کرنے کی شرح میں ناقابل یقین حد تک تیزی آئی ہے۔ 2004ء سے جون 2005ء تک چار ہزار افراد نے اسلام قبول کیا ہے جو کہ اس سے قبل اتنے عرصے سے اسلام قبول کرنے والے افراد کی تعداد سے چار گنا زیادہ ہے۔ اسلام قبول کرنے والوں میں زیادہ تعداد خواتین اور اعلیٰ پڑھے لکھے افراد کی ہے۔

پاکستان طالبان کے خلاف مزید اقدامات کرے: اقوام متحدہ

اقوام متحدہ نے افغان سرحد پر بارودی سرنگیں بچھانے کی مخالفت کرتے ہوئے پاکستان سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ طالبان کے خلاف مزید اقدامات اٹھائے۔ پاکستان اور افغانستان لفظوں کی جنگ بند کر دیں۔ اقوام متحدہ کے رکن ممالک پر لازمی ہے کہ وہ ''دہشت گرد'' تنظیموں کے اثاثے منجمد کریں۔ طالبان کے جنگجوؤں کے نیٹ ورک افغانستان اور پاکستان دونوں کے اندر کام کر رہے ہیں۔ ان کے رہنما دونوں ممالک میں وقت گزارتے ہیں۔ طالبان کی گرفتاری کے لئے کوئٹہ اور اس کے اردگرد یا کہیں بھی ابھی بہت سارا کام کرنا باقی ہے۔ کیا حکمران اب بھی اپنی پالیسیوں پر غور کی زحمت گوارا نہیں کریں گے؟

عراق میں نئی امریکی حکمت عملی

امریکیوں نے بلند بانگ دعویٰ کیا تھا کہ وہ عراق میں ایسی جمہوریت رائج کریں گے جو مشرق وسطیٰ میں ''رول ماڈل'' کی حیثیت حاصل کر لے گی۔ ان کا یہ دعویٰ تو کیا پورا ہوتا' امریکی اب تک عراق میں ایک پائیدار حکومت قائم نہیں کر پائے۔ ہونا یہ چاہیے تھا کہ عراقی صورت حال سے جنگجو صدر بش سبق سیکھتے مگر لگتا ہے کہ ضدی صدر اس پر آمادہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امریکی سینٹروں اور عوام کی خواہش کے برعکس صدر بش نے عراق میں ''نئی امریکی حکمت عملی'' کے تحت مزید ساڑھے اکیس ہزار فوجی بھجوانے کا اعلان کیا ہے۔ یہ ساڑھے اکیس ہزار فوجی مختلف مراحل میں مئی تک عراق پہنچ جائیں گے۔ ان میں سے 17500 بغداد جبکہ باقی شوریدہ ضلع انبار میں تعینات ہوں گے۔ عراقی حکومت بھی ان کے ساتھ کام کرنے والے فوجی فراہم کرے گی۔ یاد رہے کہ عراق میں ایک لاکھ چوالیس ہزار امریکی فوج پہلے ہی موجود ہے۔ 2003ء میں یہ جنگ شروع ہونے سے لے کر اب تک مغربی جانبدارانہ رپورٹوں کے مطابق تین ہزار سے زائد امریکی فوجی مارے جا چکے ہیں۔ اموات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر ہی امریکی رائے عامہ اس جنگ کے خلاف ہوئی ہے۔

صدر بش نے امریکیوں سے خطاب کے دوران عراقی حکومت کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا جو ان کے مطابق اپنے مقاصد حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ دوران تقریر موصوف کا سارا زور اس امر پر رہا کہ عراق میں ایران اور شام فسادات کروا رہے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے ایرانی اور شامی عناصر کو بار بار خبردار کیا کہ ان کے خلاف ''ایکشن'' لیا جائے گا۔ ایک امریکی سینیٹر نے تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ صدر بش ایران پر حملے کی تیاری کر رہے ہیں۔

اُدھر امریکی کانگریس میں ڈیموکریٹک ارکان ایک بل پیش کرنے کی تیاری میں لگے ہیں' جس کا مقصد صدر امریکا کو اس امر کا پابند کرنا ہے کہ وہ عراق میں امریکی فوج بھجوانے سے قبل کانگریس سے منظوری حاصل کریں۔ ڈیموکریٹک پارٹی کا کہنا ہے کہ عراق سمیت دنیا بھر میں معاملات سیاسی طریقے سے حل کیے جائیں' کیونکہ طاقت استعمال کی جائے' تو وہ سلجھنے کے بجائے زیادہ الجھ جاتے ہیں۔ یہ سوچ یقیناً مبنی بر عقل ہے۔

دہشت گرد حماس نہیں' اسرائیل ہے

حماس کے سیاسی قائد' خالد مشعل نے ایک انٹرویو کے دوران کہا کہ حماس رسمی طور پر اسرائیل کو تبھی تسلیم کرے گی جب آزاد فلسطینی ریاست کا قیام عمل میں آ جائے گا۔ خالد کا کہنا ہے ''اصل مسئلہ یہ ہے کہ فلسطینی ریاست کا کوئی وجود نہیں' اسرائیل کو تسلیم کرنا اصل مسئلہ نہیں ہے۔''

یاد رہے کہ جب سے فلسطین اتھارٹی کی حکومت حماس نے سنبھالی ہے' امریکا اور یورپی یونین نے اتھارٹی کو دی جانے والی امداد بند کر دی ہے۔ اس کے باعث وہاں معاشی بدامنی نے جنم لیا ہے اور فلسطینیوں کی دو بڑی جماعتوں' حماس اور الفتح کے مابین سخت کشیدگی کا ماحول ہے۔ خالد مشعل نے اس رویے کو بلیک میلنگ قرار دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حماس والے کبھی امریکی غنڈہ گردی کے سامنے سر نہیں جھکائیں گے۔ انہوں نے دوران انٹرویو عرب ممالک کے اس مطالبے کی حمایت کی جس کے مطابق اسرائیل ان فلسطینی مہاجرین کو واپس آنے کی اجازت دے جو 1967ء کی جنگ اور اس سے پہلے اپنے گھر چھوڑ کر چلے گئے تھے۔

مسئلہ یہی ہے کہ اسرائیل فلسطینی علاقوں کو آزاد فلسطینی ریاست کے روپ میں دیکھنا نہیں چاہتا اور نہ ہی فلسطینی مہاجرین کو واپس لوٹنے کا اختیار دینے کو تیار ہے۔ ان حقائق سے صاف ظاہر ہے کہ اصل دہشت گرد یا ہٹ دھرم حماس نہیں اسرائیلی حکومت ہے۔

امریکی اجارہ داری کے خاتمے کے لیے......

ایران اور وینزویلا نے کہا ہے کہ وہ امریکی اجارہ داری کے شکار ممالک کو آزادی دلانے کے لئے اربوں ڈالر خرچ کریں گے۔ دونوں ممالک کے سربراہان نے کہا ہے کہ انہوں نے دو ارب ڈالر کے سرمایہ سے ایک فنڈ قائم کیا ہے جو مختلف ممالک میں سرمایہ کاری کرے گا۔ اس سے نہ صرف سرمایہ کاری کو فروغ حاصل ہو گا بلکہ امریکہ کی سامراجیت سے نجات کی خواہش مند حکومتوں خصوصاً لاطینی امریکہ اور افریقہ کے ممالک کی بھی مدد ہو گی۔ اس سلسلہ میں خطے کے ممالک کو کئی ارب ڈالر کی امداد اور سستے نرخوں پر تیل بھی فراہم کیا جائے گا۔

The Bosnian war (1992-95) had generated extreme anger amongst Muslims against the Western indifference in general and their involvement in occupations and genocide of Muslims in particular. The global environment was ripe for a confrontation between U.S./West and Muslims struggling against the U.S. and its allies-sponsored repressive regimes. Still, there was no uprising or insurgency or unrest within Pakistani tribal areas. Pakistan government had maintained the policy of engagement with Taliban and there was no hostility amongst Taliban, Islamic movements or local tribals against Islamabad.

Then, 9/11 happened….

The Problem:

Since 1979 till today, no study had ever been carried out in Pakistan based on above factors and environments in tribal areas. Pakistan never had an independent Afghan policy and everything that was being done was either dictated by U.S. or done under the doctrine of necessarily as stop gap arrangement without any serious historical, military, social or religious understanding of the melting pot Afghanistan and its possible impact on Pakistan's national security. Pakistan had lost all its assets in Afghanistan which it had cultivated after decades of investment when Taliban came into power. All former Mujahideen leaders like Hekmatyar, Sayyaf, Khalis, Haqqani, Masood etc were either angry with Pakistan or openly hostile as it was widely presumed that Pakistan had created and sponsored Taliban at the cost of former Mujahideen leaders. So, neither Taliban were under Pakistan control nor former Mujahideen leaders when 9/11 happened. It is naïve to assume that the Taliban were under Pakistan's influence. They were prone to manipulation by the CIA agents within the circles of religious clerics. Other than that, the Taliban were not ready to go under anyone's influence — not even the United States. That's what dampened all hopes in Washington which had assumed that manipulating and using the Taliban, like the present day Shia's in Iraq, would pave the way for having a strategic grip on Afghanistan for military and financial purposes.

The pre-planned U.S. invasion of Afghanistan under the pretext of 9/11 had outraged Muslims all over the world. Not because of love for Taliban but because of hate for the policies of the U.S. government and its wars of aggressions. Also, the advance of the northern alliance and the betrayal, massacre and persecution of ordinary Afghans and Taliban at the hands of the Americans and Northern Alliance had created a sense of extreme hatred and anger in Pakistani Pashtuns and other Muslims whose emotions were fully exploited at the time by opportunist Mullahs like Fazal ur Rehman, myopic clerics like Sufi Muhammad. Thousands of Pakistanis from all over the country, not just Pashtun tribals, went into Afghanistan but were massacred or captured by U.S. forces and their allies. The stories of their massacre in sealed containers, in Qilai Jangi and in Konduz reached Pakistani tribal areas where a sense of tribal revenge and rage took over. The prime anger was against Pakistan for suddenly reversing its policy against Taliban and assisting U.S. in "Pashtun" slaughter. The remnants of Taliban and Afghan refugees, escaping Arabs and local Pashtuns who had lost their relatives to America and had sworn revenge got united in a holy war. Locals in Tribal areas witnessed first hand the butchery of pakistan military, whereby they indiscriminately killed almost anyone escaping into Pakistan. There were three enemies – U.S., Northern alliance and Pakistan. Pakistani tribal areas had become the re-grouping areas with general sympathy of the local population with anyone opposing U.S. aggression and occupation of Afghanistan. Islamabad still had no assets within militants and no powerful political elder or tribal Malik who could control this new breed of angry young people. A policy disaster had already taken place.

(Continue)

النصر لیب

مستند اور تجربہ کار ڈاکٹروں کی زیر نگرانی ادارہ

ایک ہی چھت کے نیچے تمام اقسام کے معیاری لیبارٹری ٹیسٹ' ایکسرے' ای سی جی اور الٹرا ساؤنڈ کی سہولیات

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ادارہ

خصوصی پیکج خصوصی میڈیکل چیک اپ ☆ الٹرا ساؤنڈ ☆ ای سی جی ☆ ہارٹ ☆ ایکسرے چیسٹ ☆ لیور ☆ کڈنی ☆ جوڑوں سے متعلقہ متعدد ٹیسٹ / ہیپا ٹائٹس بی اور سی Elisa Method/ کے ساتھ ☆ بلڈ گروپ ☆ بلڈ شوگر ☆ مکمل بلڈ اور مکمل پیشاب ٹیسٹ صرف 2000 روپے میں کروائیں۔

ISO 9001:2000
QMS CERTIFIED CLINICAL LAB
BY MOODY INTERNATIONAL

تنظیم اسلامی کے رفقاء اور ندائے خلافت کے قارئین اپنا ڈسکاؤنٹ کارڈ لیبارٹری سے حاصل کریں۔ ڈسکاؤنٹ کارڈ کا اطلاق خصوصی پیکج پر نہیں ہوگا۔

النصر لیب :950۔بی' مولانا شوکت علی روڈ' فیصل ٹاؤن (نزد راوی ریسٹورنٹ) لاہور

فون:5162185-5163924 موبائل:0300-8400944

E-mail: alnasar@brain.net.pk Website: www.alnasar.com.pk

Vol: 16 Regd. No. LRL -50 No. 02

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan

The Waziristan Factor

A brief Critique of the so-called Taliban militancy in Tribal pockets of Pakistan.

Pakistan is in a mess along with its troubled spots, including Waziristan. Only Pakistan military can clean up the mess which has created it in the first place with the ability to put together the extraordinary combination of arrogant but scared leadership and total lack of judgment which went into its making.

Those who claim that there is a militant problem in Pakistan must look into the history of this region and Pakistan. Oppression never goes without an equal and opposite reaction. The sledgehammer hasn't worked in Iraq. It isn't working in Afghanistan. And it has suffered serious reverses in Pakistan with more than 3000 Pakistani soldiers killed in two years.

The Waziristani tribes have stood guard on the Frontier for over fifty years. They went to Kashmir in 1947 and what we have of Kashmir we owe largely to their enterprise and valour. Before jumping the bandwagon of justifying all crimes with the Taliban boggy, we need a period of reflection and understanding the root causes of the problem before making the culprits accountable.

From the following analysis we should learn to do our own thinking for brining Musharraf and his cronies to justice and be able to tell the Americans where to get off.

Background:

Since 1947 to 1979, there was no problem of militancy and rebellion in the tribal areas despite their martial and semi-autonomous status. Despite presence of strong pockets of pro-Afghan communists like ANP who constantly demanded "Pashtunistan", the tribals never saw any cause to rise in an uprising against any Pakistani government. Globally, the U.S. and its allies were engaged in undermining the former Soviet Union and had no time to exaggerate the threat of Muslim movements. There was an absence of mass media like VCR, audio tapes, multiple TV channels, Cable and internet were also not present.

Even during the Afghan war between 1979 to 1992, there was no rebellion against Islamabad in the tribal areas despite presence of millions of Afghans and thousands of armed Mujahideen using these regions as base area to fight against the Soviet occupation of Afghanistan. But globally, those were the times of awakening for the Muslim movements and thousands of volunteers from all over the world came to participate in Jihad against Soviets. This was the era of political awakening and the creation of new Islamist political leadership not just in Afghan Jihad but also within the Muslim world. During this era, the status quo of Maliks and Elders was broken in Afghanistan and all Mujahideen leaders challenged the traditional hold of tribal

Pakistan has sent more than 80,000 troops to the region to make life of ordinary people miserable.

elders in their society. Media was used in massive way to propagate message of Jihad and effectively use Muslim sentiments against oppression and occupation to defeat the Soviet Union. All the energies of the Afghan and Arab militants were directed against the Soviets forces and later against the regime that it installed in Kabul. It is interesting to note that even during this era, there was no mass call of Jihad within Pakistani tribal areas and the war was basically fought by Afghans or Arabs who came from outside and backed by the United States and many Muslim states. Pakistani tribals were few in the war.

During civil war between Mujahideen in from 1992 to 1996, still there was no problem of armed uprising or rebellion against Pakistan in these regions. Pakistan and Islamic movements were appalled and disgusted at the infighting amongst Afghans and most of them either withdrew. Osama bin Laden went to Sudan and others went back to their countries. Very few were settled in tribal areas and married amongst local tribes. But a global Muslim political awakening against direct and indirect occupations of Muslim countries had taken place which now could not be stopped. Pakistani tribal areas remained totally indifferent towards developments in Afghanistan and there was absolutely no participation of Pakistani tribals during this era.

During Taliban era – 1996 to 2001, still there was no military uprising in any of the tribal pockets of Pakistan and the tribals were peaceful in all agencies. Local tribals never supported Taliban and no tribe or tribal elements ever went in to fight alongside Taliban against Masood or northern alliance. By 1999, the Northern Alliance was almost non-existent, except in the books of all anti-Taliban forces, which relentlessly sought those who would oppose the Taliban in Afghanistan. The so-called Northern Alliance was in control of just 5% of the total landmass in Afghanistan. The geographical location and mountain enclave had given them the much needed protection they needed to continue resistance to the Taliban government.

Osama had come back into Afghanistan by then and U.S. had started a campaign of propaganda and character assassination against Osama and former Arab Mujahideen, even attacking their base with Cruise missiles. A general anger against U.S. had begun to grip the Muslim world especially after the first Gulf war in 1991 and now Osama and associates were more vocal and open against U.S.